یوم مصلح موعود نمبر حصہ دوم

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابوسعید

Online Edition

ہفتہ 19 فروری 2022ء | 17 رجب 1443 ہجری قمری | 19 تبلیغ 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:43

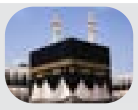

ارشاد باری تعالیٰ

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ

(الجن:27-28)

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔

فرمان خلیفہ وقت

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس چلہ کشی کے نتیجہ میں آپ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں یہ ان کا کچھ ذکر ہے اور اس میں ایک بیٹے کی بشارت بھی دی گئی جس کی مختلف خصوصیات ہیں۔جس کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہ 52 خصوصیات بنتی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے 58 بھی بیان فرمائی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اس کی اولاد ہوگی۔ جیسا کہ میں نے ابھی پڑھ کے سنایا۔ اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اس کی اولاد ہوگی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جو دین کے پھیلانے کاباعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔ اب اس پیشگوئی کے مطابق کہ جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت بھی لی۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے اسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرنا تھا۔

(خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 82)

اس شمارہ میں

- ’’اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں‘‘ (منظوم)
- سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِی کا نادر و نایاب نسخہ (اداریہ)
- تعلیم القرآن کے متعلق حضرت مصلح موعود کی شاندار تحریکات
- حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم کارنامہ

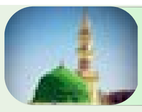

فرمان رسول ﷺ

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سورۃ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ نازل ہونے کے بعد جب بھی آپؐ نماز پڑھتے تو اس میں بکثرت یہ دعا مانگتے۔ سُبۡحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِكَ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی کہ اے ہمارے پروردگار! تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں، اے میرے اللہ! تو مجھے بخش دے۔

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 41-42)

حضرت سلطان القلم کے رشحات قلم

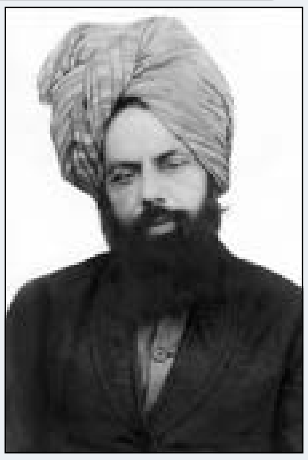

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں،ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔ اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اورعظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل و الآخر مظہر الحق والعلاء كَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

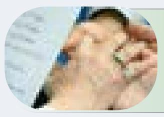

دربارِ خلافت

پیشگوئی مصلح موعود کی جزئیات

یہ پیش گوئی کے الفاظ ہیں اور اگر اس کی جزئیات میں جائیں تو یہ تقریباً 52 پوائنٹس بنتے ہیں۔ اور پیش گوئی کے بارے میں جو بعض دوسرے الہامات تھے ان کو اگر شامل کریں تو حضرت مصلح موعودؓ نے خود ہی ایک جگہ 59 پوائنٹس بھی لکھے ہیں۔ تو یہ ہے وہ عظیم پیشگوئی جس کے پورا ہونے کے لئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ بتایا کہ نو سال کے عرصہ میں یہ لڑکا پیدا ہو گا اور ان خصوصیات کا حامل ہو گا۔۔۔۔۔۔ اس پیشگوئی کے کچھ عرصہ بعد جب آپؑ نے اشتہار شائع کر دیا اور اعلان ہوا تو آپؑ کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی۔ جس کا نام عصمت تھا۔ اس پر مخالفین نے بہت شور مچایا کہ آپؑ کی پیش گوئی غلط ثابت ہو گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تو معین عرصہ دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فوری طور پر پیدائش ہو گی۔ بہرحال پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا اور یہ بشیر اول کہلاتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد بچپن میں ہی ان کی بھی وفات ہو گئی۔ تو مخالفین نے اس پر بڑا شور مچایا بلکہ ان دونوں بچوں کی پیدائش سے پہلے جب آپؑ نے پیش گوئی کی تھی تو پنڈت لیکھرام نے بڑے گھٹیا الفاظ میں آپؑ کی پیش گوئی کے ہر فقرے کے مقابلہ پر آپؑ کی اس پیش گوئی کے رد کے فقرے کہے تھے۔ مثلاً ایک فقرہ پیشگوئی کا یہ ہے کہ ’’ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہو گا‘‘ اس کے مقابلے پر لیکھرام نے لکھا کہ مجھے بھی خدا نے بتایا ہے کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔ نیز اگر کوئی لڑکا پیدا ہو گا تو وہ رحمت کا نشان نہیں زحمت کا نشان (نعوذ باللہ) ہو گا۔ اور بہت سی خرافات تھیں۔ مصلح موعود کی پیشگوئی پورا ہونے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اب تیری نسل تجھ سے ہی دنیا میں پھیلے گی تو آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں پھیلایا ہوا ہے۔ اور لیکھرام کی اولاد کا تو پتہ نہیں کہ وہ کہیں ہے بھی کہ نہیں۔۔۔۔۔۔ بہرحال بشیر اول کے فوت ہونے پر دشمن نے اور بھی تالیاں بجائیں۔ بڑے خوش ہوئے اور لیکھرام کے جو چیلے تھے مزید اچھلنے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بارہا کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ بتایا ہے اس کا انتظار کرو۔ اگر کہو کہ یہ لمبا عرصہ ہے تو کون یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ اتنی زندگی ہو بھی سکتی ہے کہ نہیں۔ کجا یہ کہ بیٹے کی پیش گوئی ہو۔ پھر بیٹے کے بارہ میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ کہہ دیا، تکا لگا دیا۔ لوگوں کے بھی بیٹے ہوتے ہیں بیٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ اپنی زندگی کے بارہ میں فرمایا کہ اس وقت تک زندگی بھی رہے گی۔ یا پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے بات ہی کرنی ہے جس طرح لیکھرام نے اپنی طرف سے الہام بنا کر پیش کر دیا ہے آپؑ نے بھی کر دیا۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ بیٹے کے ساتھ نشانات بھی ہیں جب وہ نشانات پورے ہوں گے تو دنیا خود جان لے گی کہ اعلان کرنے والا یقیناً خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اعلان کرنے والا ہے۔ جو حق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 101)

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 93)

بہرحال یہ پرشوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد بڑھا، کس طرح اس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا، مشن قائم کیے، مساجد بنائیں۔ آپؓ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے 34، 35 ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا، مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے۔ اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے قرآن کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعود ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ’’ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں‘‘ اور ہم نے آپؑ سے یہ بھی سنا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ ’’میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔‘‘ (الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء)

(خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 85، 86)

’’روزنامہ الفضل کے پہلے صفحہ سے اقتباس بچوں کو پڑھنے کے لئے دیا کریں‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

نیشنل مجلس عاملہ فن لینڈ کی حضور انور ایدہ اللہ سے ورچوئل ملاقات بمؤرخہ 12 نومبر 2021ء کے دوران ایک ممبر نے حضور سے سوال کیا کہ

حضور! لوگوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کا شوق کیسے پیدا کیا جائے؟

حضور انور نے فرمایا: مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے اقتباس نکال کر ان کو ٹائپ کر کے پرنٹ نکال کے لوگوں میں دیں۔ وہ لوگ جن کو پڑھنے کا شوق ہی نہیں ان کے لیے ایک کتاب کو لگاتار پڑھنا مشکل ہے۔ اگر انہیں اقتباسات دیں گے تو کچھ نہ کچھ اس subject پر توجہ پیدا ہو جائے گی۔ انگلش یا اردو میں ٹائپ کر کے گھروں میں دیا کریں۔ اس سے پھر اگر کتابیں نہیں تو کم از کم اقتباسات ہی پڑھنا شروع کر دیں گے۔ الفضل میں جو اقتباسات آتے ہیں۔ روزنامہ الفضل اور انٹرنیشنل الفضل کے شروع میں ہی پہلے صفحہ پر جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباسات آتے وہی نکال کے ان کو دے دیا کریں۔ اس سے کم از کم کچھ نہ کچھ تو ان لوگوں کو پتا لگ جائے گا۔ باقی آج کل پڑھنے کا رجحان ہی نہیں ہے۔ آج کل تو رجحان یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر ہی 30 سیکنڈ کے اندر اندر جو بات کان میں پڑ جائے وہ دیکھ لو یا سن لو۔

(This Week with Huzur, 12th Nov 2021)

اداریہ

سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ کا نادر و نایاب نسخہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ عنہ) بانی روزنامہ الفضل کے قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کرنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور جذبات تشکر پیش کرنے اور اپنے بیٹے کو اس اہم روحانی و علمی سنگ میل عبور کرنے پر ناصحانہ انداز میں اور اللہ کے حضور تضرعانہ دعاؤں پر مشتمل ایک منظوم کلام بعنوان ’’محمود کی آمین‘‘ تحریر فرمایا ۔ یہ منظوم کلام اکثر ہماری محفلوں، جلسوں اور بالخصوص شادی بیاہ و آمین کی تقاریب پر پڑھا جاتا ہے اور ایک انسان جس قدر گہرائی میں اُتر کر اس کو سنتا یا پڑھتا ہے اس پر خدا کی یکتائی کا اظہار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی مہربانیوں، فضلوں اور احسانات کو یاد کرنے سے اس حد تک وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان اپنے وجود سے نکل کر ایک اور دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ انسان کا جو روں روں اور بال بال احسانات الٰہی میں ڈوبا پڑا ہے اس کو دیکھ کر یہی الفاظ کہنے کو دل کرتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس نظم میں کہے ہیں۔

سب کچھ تیری عطا ہے، گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور اہم امر جس کی اس منظوم کلام میں نشاندہی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کا بار بار یعنی شعروں کے ہر بند کے آخر میں سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ کے الفاظ ہیں جو آپ نے 44 بار اس منظوم کلام میں استعمال فرمائے ہیں۔جن میں سے 43 بار تو اُس خدائے واحد یگانہ کے شکر کے انداز میں ہیں کہ اے اللہ! یہ عظیم دن تو نے ہی دکھلایا لہٰذا یہ روز کر مبارک یعنی اس دن کو مبارک کر دے میرے لیے، میری اولاد کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو بچے کا حوصلہ بڑھانے اور ہم سب کے مشترکہ تشکر الٰہی کے جذبات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے یہاں حاضر ہیں اور صرف ایک بار آغاز پر پہلے بند میں جہاں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی صفات کا ذکر کر کے نہایت عاجزی و انکساری سے اپنے خدا کے حضور عرض کرتے ہیں کہ

دل میں میرے یہی ہے سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

یہ الفاظ قابل غور ہے جس کے معنی ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جو مجھے ہر آن اور ہر لحاظ سے دیکھ رہی ہے اور میں نے اس عظیم قوت اور ذات کو اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے ۔ اگر ہم مومن اس عظیم معنی اور فلسفہ کو سمجھ لیں تو ہمارا معاشرہ بُرائیوں سے پاک، منزہ اور جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔حقیقت میں اس مادہ پرست دور میں ہم اپنے خالق حقیقی کو نہ صرف بُھلا بیٹھے ہیں بلکہ کہ اس سے بہت دور جا چکے ہیں اور ہم میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہونے لگا ہے کہ ہم جو ترقیات حاصل کر رہے ہیں اور فتوحات ہمارے قدم چوم رہی ہے۔ یہ جو پیسوں کی ہمارے گھر میں ریل پیل ہے۔ ہم جو پڑھ لکھ گئے ہیں۔ یہ دراصل ہماری اپنی صلاحیتوں اور کوششوں کی وجہ سے ہے یا ہم جو اعلیٰ سے اعلیٰ اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ ہمارے ماں باپ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اور وہ ذات جو ماں باپ سے بڑھ کر رحیم و مہربان ہے جس نے رحمان ذات کی صورت میں بعض ایسی نعمتوں سے بھی متمتع کر رکھا ہے جو ہم نے اپنے خدا سے نہیں مانگی تھیں بلکہ اس نے ماں باپ کی طرح بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر ہماری ضروریات کو سمجھا اور وہ تمام نعمتیں ہمارے لیے مہیا کر دیں۔ اگر ہم اپنے دلوں میں اپنے خدا کو بسا لیں اور اس تصور کو پختہ کریں کہ ایک ذات ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے تو ہم اپنے جسموں سے، اپنی زندگی سے چمٹی آلائشوں اور گندگیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کام کا آغاز کرنے سے قبل اپنے خدا کی ذات کو اپنے دل میں اُتاریں، اس کا خوف پیدا ہو تو ہم جھوٹ بولنا ترک کر دیں ، ہم چوری چکاری سے دُور چلے جائیں ۔ ہم اپنے والدین سے اور والدین اپنے بچوں سے محبت اور شفقت کا سلوک شروع کر دیں۔ میاں بیوی کے تعلقات درست ہو جائیں۔ بہو، ساس اور نند، بھابھی کے تعلقات مثبت انداز میں استوار ہونے شروع ہو جائیں تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

ہم دنیوی قوانین اور ان کے رکھوالوں سے ڈرتے ہیں۔موٹروے پر گاڑی تیز بھگاتے ہیں اور جونہی پولیس والوں کو دیکھتے ہیں، رفتار آہستہ کر لیتے ہیں۔ بلکہ روزمرہ کا سفر اختیار کرنے والوں کو اس امر کا بھی یقین ہو گیا ہوتا ہے کہ پولیس کہاں کہاں بیٹھی ہے ۔ یورپ میں ڈرائیور حضرات کیمرہ سے بہت ڈرتے ہیں۔بھئی! ایک کیمرہ آپ کے دل میں بھی لگا ہوا ہے۔ جہاں سے خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔اس کے علاوہ آپ کے دل و دماغ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سسٹم قائم فرمایا ہوا ہے جو آپ کو اچھے اور بُرے کی تمیز کر کے دکھاتا رہتا ہے اس کو ضمیر کہتے ہیں اس سے فائدہ اُٹھانا ہمارے لئے روحانی لحاظ سے سود مند ہے اور ہم خدا سے نہیں ڈرتے ۔مجازی خداؤں سے ڈرنا شروع کر دیا ہے ۔شاید یہ محاورہ اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ’’خدا لاگے کہ ڈنڈا‘‘۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس ایک شخص آیا تھا جو ہر بُرائی میں ملوث تھا۔چوری بہت کرتا تھا۔ ڈاکہ بھی ڈالتا تھا۔ زنا بھی کرتا تھا اور جھوٹ بھی بولتا تھا۔ آنحضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اسے یہی نصیحت فرمائی تھی کہ جھوٹ ترک کر دو۔ وہ جھوٹ ترک کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ دربار رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے رخصت ہوا اور جب بھی برائی کی طرف بڑھا۔ ہمیشہ یہی خیال دل میں جنم لیتا کہ اگر حضرت محمد مصطفی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے پوچھا کہ کیا یہ کام کیا ہے؟ اگر میں کہوں کہ نہیں کیا تو یہ جھوٹ ہو گا اور اگر کہا کیا ہے تو یہ اپنی ذات میں قابل سرزنش ہے اور یوں اس نے تمام بُرائیوں اور بدیوں کو خیر آباد کہہ دیا۔ اس کے سامنے ایک ذات سیدنا حضرت محمد مصطفی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تھی اور اگر اس عظیم ذات کو پیدا کرنے والی ہستی کو ہم اپنی زندگیوں میں مدنظر رکھیں تو کیا کایا نہیں پلٹ سکتی۔

آنحضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ نماز ایسے ادا کرو کہ تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر اس اعلیٰ مقام کو نہیں پا سکتے تو کم از کم یہ گمان نماز پڑھتے ضرور آپ کے دلوں میں ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے ۔ پس شجر احمدیت کی سرسبز شاخو! یہی پہلا عظیم اور بنیادی سبق ہے جسے ہمیں پلّے باندھ لینا چاہیے اور ہم اپنی زندگیوں کو سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ سے آراستہ کر لیں تو خدا اور اس کا رسولؐ اور اس کی محبتیں اور شفقتیں تو ضرور ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت ڈال دے گا اور تمام کام سنور جائیں گے۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

(ابوسعید)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم کارنامہ...... از صفحہ 8

اصل بات یہ ہے کہ اسلام ایسے تمدن کو بیان کرنا چاہتا ہے جو دنیا کے تمدن سے بالکل مختلف ہے اور یہ اس تمدن کی پہلی سیڑھی ہے۔ آج اگر ہم تمدن تبدیل نہیں کر سکتے تو جب ہمیں بادشاہتیں ملیں گی اس وقت کیا کریں گے۔‘‘

(خطبہ 8/ دسمبر 1936ء)

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سادہ زندگی کے متعلق بیان کرتے ہوئے بعض دفعہ یہ سننے میں آتا ہے کہ پہلے زمانے میں غربت زیادہ تھی اس لئے لوگ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اب ہمیں آسائش اور آسانیاں حاصل ہیں اس لئے سادہ زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تاثر کہ پہلے غربت زیادہ تھی قابل توجہ ہے۔ معیار زندگی کو ذہن میں رکھا جائے تو بخوبی سمجھ آسکتی ہے کہ امیر اور غریب میں جو فرق اور امتیاز آج پایا جاتا ہے وہ پہلے کبھی بھی نہیں تھا۔ ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آج بھی دنیا کی اکثریت غربت، افلاس اور بے بسی میں اس بری طرح پس رہی ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

سادہ زندگی کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کا اپنے لفظوں میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ کی سی زندگی گزارنے کی توفیق ملتی ہے۔ ہزاروں معاشرتی خرابیوں رشوت، کرپشن اور نفسانفسی وغیرہ سے نجات ملتی ہے۔ سادگی اور کفایت سے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں زیادہ خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔سادگی کے نتیجہ میں حقوق العباد کی بہتر ادائیگی کی جا سکتی ہے۔ تکلف اور تصنع سے پیدا ہونے والی بے شمار خرابیوں اور بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سادہ لباس شریعت اور شرم و حیا کے تقاضوں کو پیدا کرتا ہے۔ سادہ زندگی سے بے کاری (جو بہت سے گناہوں کی جڑ ہے) سے نجات ہو سکتی ہے۔ سادہ زندگی گزارنے سے زیادہ عبادت کی توفیق ملتی ہے۔ سادہ زندگی سے غریب اور امیر کے درمیان فرق ختم ہو کر مساوات کی بنیاد پڑتی ہے۔

فوائد کی یہ فہرست تو کبھی ختم نہیں ہو سکتی البتہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہم اس نیکی کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی عادت بنا لیں تو ہم پکے، کھرے اور خالص مومن بندے بن سکتے ہیں اور یہی ہمارا مقصود مطلوب ہے۔ وباللہ التوفیق

عبدالسمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ غانا

تعلیم القرآن کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی شاندار تحریکات

قرآن کریم پڑھنے، عمل کرنے، غور کرنے، حفظ کرنے، عربی سیکھنے اور تراجم قرآن کی باثمر سکیمیں

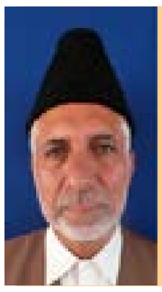

مصلح موعود کا ایک اہم فرض اور علامت یہ تھی کہ اس کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا۔ اس لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے خلافت اولیٰ میں ہی تعلیم القرآن کا مقدس کام شروع کر دیا تھا۔ آپ نے درس القرآن کا آغاز فرمایا اور سکولوں اور کالجوں کی تعطیلات کے دوران تربیتی کلاسز کا اجراء کیا۔ خلافت ثانیہ میں حضور نے علم قرآن کے دریا بہائے۔ معارف لٹائے جو تفسیر کبیر اور دوسری متعدد کتب سے چھلک رہے ہیں۔ قرآن سیکھنے اور سکھانے کے نظام کو آپ نے منظم بنیادوں پر قائم کرتے ہوئے متعدد تحریکات جاری فرمائیں۔

تعلیم کتاب وحکمت

حضور نے اپنے عہد کی پہلی مجلس شوریٰ 12؍اپریل 1914ء میں سورۃ البقرہ آیت 130 کی روشنی میں اپنی خلافت کا لائحہ عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کے جانشین ہونے کی وجہ سے خلیفہ کا ایک بہت اہم کام تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ۔ قرآن شریف کتاب موجود ہے اس لئے اس کی تعلیم میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا۔ قرآن مجید کا سمجھانا آجائے گا۔ کتاب تو لکھی ہوئی موجود ہے اس لئے کام یہ ہوگا کہ ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کی تعلیم ہو۔ پھر اس کے سمجھانے کے لئے ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کا ترجمہ سکھایا جائے اور وہ علوم پڑھائے جائیں جو اس کے خادم ہوں۔ ایسی صورت میں دینی مدارس کا اجراء اور ان کی تکمیل کا کام ہوگا۔ دوسرا کام اس لفظ کے ماتحت قرآن شریف پر عمل کرانا ہوگا کیونکہ تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک کسی کتاب کا پڑھا دینا اور دوسرے اس پر عمل کروانا۔ الحکمۃ۔ تعلیم الحکمۃ کے لئے تجاویز اور تدابیر ہوں گی کیونکہ اس فرض کے نیچے احکام شرائع کے اسرار سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

(انوارالعلوم جلد 2 ص31)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی وصیت میں اپنے جانشین کے لئے فرمایا متقی ہو، ہردلعزیز ہو، قرآن و حدیث کا درس جاری رہے عالم باعمل ہو۔ اس میں یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کی طرف اشارہ اس حکم میں ہے کہ قرآن وحدیث کا درس جاری رہے کیونکہ الکتاب کے معنے قرآن شریف ہیں اور الحکمۃ کے معنے بعض ائمہ نے حدیث کے کئے ہیں۔ اس طرح یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کے معنے ہوئے قرآن و حدیث سکھائے۔

(انوارالعلوم جلد 2 ص33)

اصل مقصود

حضور نے تمام جماعتی نظام کا اصل مقصود بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔ ہمارا اصل پروگرام تو وہی ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہو، مجلس انصار اللہ ہو، خدام الاحمدیہ ہو، نیشنل لیگ ہو، غرضیکہ ہماری کوئی انجمن ہو، اس کا پروگرام قرآن کریم ہی ہے اور جب ہر ایک احمدی یہی سمجھتا ہے کہ قرآن کریم میں سب ہدایات دے دی گئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مضر نہیں تو اس کے سوا اور کوئی پروگرام ہو ہی کیا سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اصل پروگرام تو وہی ہے اس میں سے حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق بعض چیزوں پر زور دے دیا جاتا ہے۔ لیکن جب روزے رکھے جارہے ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ حج منسوخ ہوگیا بلکہ چونکہ وہ دن روزوں کے ہوتے ہیں اس لئے روزے رکھے جاتے ہیں۔ جب ہم کوئی پروگرام تجویز کرتے ہیں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ اس وقت یہ امراض پیدا ہوگئے ہیں اور ان کے لئے یہ قرآنی نسخہ ہم استعمال کرتے ہیں اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ سارا پروگرام سامنے ہو اور اس میں سے حالات کے مطابق باتیں لے لی جائیں۔ لیکن اگر سارا پروگرام سامنے نہ ہو تو اس کا ایک نقص یہ ہوگا کہ صرف چند باتوں کو دین سمجھ لیا جائے گا۔

(مشعل راہ جلد اول ص103)

حضور نے 21 نومبر 1947ء کو خاص طور پر اس موضوع پر خطبہ جمعہ دیا کہ اگر ہماری جماعت قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا:’’سلسلہ الٰہیہ کو سلسلہ الٰہیہ سمجھنا اور اس کی تعلیم پر عمل نہ کرنا بالکل لغو اور فضول ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات عذاب الٰہی کو بھڑکانے کا موجب بن جاتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو۔ ... ابھی تک جماعت کے بعض لوگ اس سلسلے کو محض ایک سوسائٹی کی طرح سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اگر چندہ دے دیا تو اتنا ہی ان کے لئے کافی ہے ... حالانکہ ... جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں‘‘

(الفضل 9 دسمبر 1947ء ص5،6)

آپ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:’’میں بھی طلباء سے یہی کہتا ہوں کہ وہ خود غور کرنے کی عادت ڈالیں اور جو باتیں میں نے بیان کی ہیں ان کے متعلق سوچیں پھر دوسرے لوگوں میں بھی انہیں پھیلانے کی کوشش کریں۔ یاد رکھو صرف کتابیں پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ ان میں جو کمی تمہیں نظر آتی ہے اسے دور کرنا بھی تمہارا فرض ہے مثلاً تفسیر کبیر کو ہی لے لو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کا بہت کچھ علم دیا ہے لیکن کئی باتیں ایسی بھی ہوں گی جن کا ذکر میری تفسیر میں نہیں آیا۔ اس لئے اگر تمہیں کوئی بات تفسیر میں نظر نہ آئے تو تم خود اس بارہ میں غور کرو اور سمجھ لو کہ شاید اس کا ذکر کرنا مجھے یاد نہ رہا ہو اور اس وجہ سے میں نے نہ لکھی ہو یا ممکن ہے وہ میرے ذہن میں ہی نہ آئی ہو اور اس وجہ سے وہ رہ گئی ہو۔ بہرحال اگر تمہیں اس میں کوئی کمی دکھائی دے تو تمہارا فرض ہے کہ تم خود قرآن کریم کی آیات پر غور کرو اور ان اعتراضات کو دور کرو۔ جو ان پر وارد ہونے والے ہیں‘‘

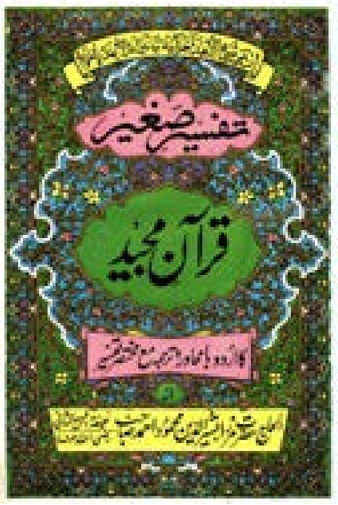

(مشعل راہ جلد اول ص750)

کلاسز اور درس کی تحریک

آپ نے ذیلی تنظیموں کو بار بار تعلیم القرآن کلاسز لگانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ 1945ء میں مجلس خدام الاحمدیہ اور نظارت تعلیم و تربیت کے اشتراک سے پہلی تعلیم القرآن کلاس شروع کی گئی جو ایک ماہ جاری رہی اور 86 نمائندگان نے شرکت کی۔ (الفضل 8 ستمبر 1945ء) خلافت ثانیہ میں ہی نظارت اصلاح و ارشاد کے تحت تعلیم القرآن کلاس کا 1964ء میں آغاز ہوا جو کامیابی سے مسلسل جاری ہے۔ بعد میں خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام سالانہ تربیتی کلاس کا آغاز ہوا جس میں اب ایک ہزار کے قریب طلباء حصہ لیتے ہیں۔حضور نے 27 دسمبر 1927ء کو جلسہ سالانہ پر خطاب میں فرمایا:۔

قرآن کریم پڑھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ درس جاری کیا جائے۔ بہت سی ٹھوکریں لوگوں کو اس لئے لگتی ہیں کہ وہ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے۔ پس ضروری ہے کہ ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کیا جائے اگر روزانہ درس میں لوگ شامل نہ ہوسکیں تو ہفتہ میں تین دن سہی اگر تین دن بھی نہ آسکیں تو دو دن سہی۔ اگر دو دن بھی نہ آسکیں تو ایک ہی دن سہی مگر درس ضرور جاری ہونا چاہئے تاکہ قرآن کریم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں امیر مقرر ہیں وہاں وہ درس دیں۔ اگر کسی جگہ کا امیر درس نہیں دے سکتا تو وہ مجھ سے اس بات کی منظوری لے کہ میں درس نہیں دے سکتا۔ درس دینے کے لئے فلاں آدمی مقرر کیا جائے۔ ... تمام امراء کو جنوری کے مہینہ کے اندر اندر مجھے اطلاع دینی چاہئے کہ درس کے متعلق انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے اور درس روزانہ ہوگا یا دوسرے دن یا ہفتہ میں دو بار یا ایک بار۔ میں سمجھتا ہوں درس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت راسخ ہو جائے گی اور بہت سے فتن کا آپ ہی آپ ازالہ ہو جائے گا۔

(تقریر دلپذیر۔ انوارالعلوم جلد 10 ص92)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی حضور کے ارشاد پر وسط مارچ 1928ء میں ناظر تعلیم و تربیت کی حیثیت سے عہدیداران جماعت کو مزید توجہ دلائی کہ جہاں جہاں ابھی تک سلسلہ درس شروع نہیں ہوا اس کی طرف فوراً توجہ دیں۔ نیز گھروں میں بھی درس جاری کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

’’ہمارے احباب کو چاہئے کہ علاوہ مقامی درس کے اپنے گھروں میں بھی قرآن شریف اور حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود کا درس جاری کریں اور یہ درس خاندان کے بزرگ کی طرف سے دیا جانا چاہئے۔

اس کے لئے بہترین وقت صبح کی نماز کے بعد کا ہے لیکن اگر وہ مناسب نہ ہو تو جس وقت بھی مناسب سمجھا جائے اس کا انتظام کیا جائے۔ اس درس کے موقعہ پر گھر کے سب لوگ، مرد، عورتیں لڑکے، لڑکیاں بلکہ گھر کی خدمت گاریں بھی شریک ہوں اور بالکل عام فہم سادہ طریق پر دیا جائے اور درس کا وقت پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہ ہو، تا کہ طبائع میں ملال نہ پیدا ہو۔ اگر ممکن ہو تو کتاب کے پڑھنے کے لئے گھر کے بچوں اور ان کی ماں یا دوسری بڑی مستورات کو باری باری مقرر کیا جائے اور اس کی تشریح یا ترجمہ وغیرہ گھر کے بزرگ کی طرف سے ہو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس قسم کے خانگی درس ہماری جماعت کے گھروں میں جاری ہو جائیں تو علاوہ علمی ترقی کے بسلسلہ اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کے لئے بھی بہت مفید و بابرکت ہو سکتا ہے''

(الفضل 16 مارچ 1928ء ص2)

حضور نے خطبہ جمعہ 26 جنوری 1934ء بمقام لاہور فرمایا:۔

میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کو اخلاص سے پڑھیں ہر جماعت کو چاہئے کہ درس جاری کرے... بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی خود نہیں سمجھ سکتے اس لئے ابتداءً انہیں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جو درس سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یا اگر مسجد، ہوسٹل یا جو دوست دور دور رہتے ہیں وہ محلہ وار جمع ہو کر درس کا انتظام کریں اور جن کے لئے محلہ وار جمع ہونا بھی مشکل ہو وہ گھر میں ہی درس دے لیا کریں تو جماعت میں تھوڑے ہی دنوں کے اندر علوم کے دریا بہہ جائیں۔ درس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تفاسیر کو مدنظر رکھا جائے۔ آپ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ تفسیر تو نہیں لکھی مگر تفسیر کے اصول ایسے بتا دیئے ہیں کہ قرآن کو ان کی مدد سے سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 ص 33)

جدید زمانہ میں درس و تدریس کا اہم ذریعہ آن لائن کلاسیں ہیں۔ اور جماعت اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔ یو کے میں قائم انٹرنیشنل تعلیم القرآن اکیڈمی میں 15 ممالک کے 464 طلباء قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں خدام، انصار لجنہ اور مربیان سمیت 145 اساتذہ ہیں اس میں ناظرہ اور باترجمہ قرآن پڑھایا جاتا ہے

(الفضل انٹرنیشنل 9 نومبر 2021 ء ص 2)

اسی طرح امریکہ میں بھی بہت منظم کام ہو رہا ہے

جہاد بالقرآن کی اہم تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جولائی 1928ء کے پہلے ہفتہ میں مسلمانان عالم کو اس طرف توجہ دلائی کہ ترقی و سربلندی کا اصل راز قرآن مجید کے سمجھنے اور اس پر کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ چنانچہ حضور نے 6 جولائی 1928ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

''ہر مسلمان کو چاہئے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے عربی جاننے والوں پر قرآن کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں مگر یہ مشہور بات ہے کہ جو ساری چیز نہ حاصل کر سکے اسے تھوڑی نہیں چھوڑ دینی چاہئے۔ کیا ایک شخص جو جنگل میں بھوکا پڑا ہو، اسے ایک روٹی ملے تو اسے اس لئے چھوڑ دینی چاہئے کہ اس سے اس کی ساری بھوک دور نہ ہو گی۔ پس جتنا کوئی پڑھ سکتا ہو پڑھ لے اور اگر خود نہ پڑھ سکتا ہو تو محلہ میں جو قرآن جانتا ہو اس سے پڑھ لینا چاہئے۔ جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے، کامیاب نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے دوسری قومیں جو قرآن کو نہیں مانتیں وہ ترقی کر رہی ہیں پھر مسلمان کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک عیسائی اور ہندو اور دوسری قومیں ترقی کر سکتی ہیں لیکن مسلمان قرآن کو چھوڑ کر ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اس بات پر ذرا بھی غور کرے تو اسے اس کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے اگر یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ ہمیشہ دنیا کو ہدایت دینے کے لئے قائم رہے گی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر قرآن کو خدا کی کتاب ماننے والے بھی اس کو چھوڑ کر ترقی کر سکیں تو پھر کوئی قرآن کو نہ مانے گا پس قرآن کی طرف مسلمانوں کو توجہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ترقی کا انحصار قرآن کریم ہو''

(الفضل 13 جولائی 1928ء ص 7 کالم3)

حفظ قرآن کی تحریکات

تعلیم القرآن کی ہی ذیلی سکیم حفظ قرآن ہے۔ حضور نے 7 دسمبر 1917ء کو وقف زندگی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں۔ کیونکہ مبلغ کے لئے حافظ قرآن ہونا نہایت مفید ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔ لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھالی جائے۔ جب قرآن کریم حفظ ہو جائے گا تو اور تعلیم بھی ہو سکے گی۔ میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے اور میں نے تو اس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔ ایسے بچوں کا تو جب انتظام ہو گا اس وقت ہو گا اور جو بڑی عمر کے ہیں وہ آہستہ آہستہ قرآن حفظ کر لیں گے۔

(الفضل 22 دسمبر 1917ء۔ خطبات محمود جلد 5 ص 612)

اپریل، مئی 1922ء میں حضرت مصلح موعود نے جماعت میں حفظ قرآن کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کم از کم تیس آدمی قرآن کریم کا ایک ایک پارہ حفظ کریں جس پر کئی احباب نے لبیک کہا۔

(الفضل 4 مئی 1922ء ص1)

24 اپریل 1944ء کو دعویٰ مصلح موعود کے بعد حضور نے پھر حفاظ پیدا کرنے کی تحریک فرمائی۔

(الفضل 26 جولائی 1944ء ص 3-4)

حضرت مصلح موعود نے 29 اپریل 1946ء کو تحریک فرمائی کہ قرآن کریم کا چرچا اور اس کی برکات کو عام کرنے کے لئے ہماری جماعت میں بکثرت حفاظ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

''صدر انجمن احمدیہ کو چاہئے کہ چار یا پانچ حفاظ مقرر کرے جن کا کام یہ ہو کہ وہ مساجد میں نمازیں بھی پڑھایا کریں اور لوگوں کو قرآن کریم بھی پڑھائیں۔ اسی طرح جو قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے ان کو ترجمہ پڑھا دیں اگر صبح و شام وہ محلوں میں قرآن پڑھاتے رہیں تو قرآن کریم کی تعلیم بھی عام ہو جائے گی اور یہاں مجلس میں بھی جب کوئی ضرورت پیش آئے گی ان سے کام لیا جا سکے گا۔ بہرحال قرآن کریم کا چرچا عام کرنے کے لئے ہمیں حفاظ کی سخت ضرورت ہے۔ انجمن کو چاہئے کہ وہ انہیں اتنا کافی گزارہ دے کہ جس سے وہ شریفانہ طور پر گزارہ کر سکیں۔ پہلے دو چار آدمی رکھ لئے جائیں پھر رفتہ رفتہ اس تعداد کو بڑھایا جائے''

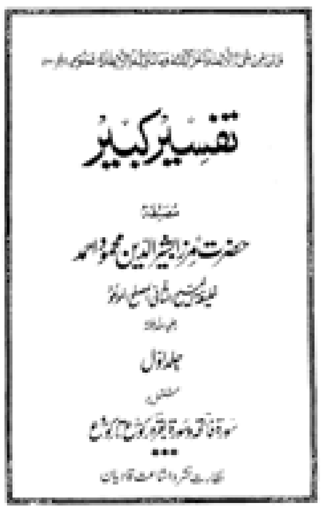

(الفضل 26 اگست 1960ء ص 4)

چنانچہ حضور کی توجہ اور ہدایات کے تابع جماعت میں حفظ قرآن کی سکیم کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تاریخی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ 1920ء سے قبل قادیان میں حافظ کلاس کا آغاز ہو چکا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اسی کلاس سے قرآن حفظ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ کلاس احمد نگر، پھر مسجد مبارک ربوہ اور جون 1969ء سے جامعہ احمدیہ کے کوارٹر اور کچھ دیر مسجد حسن اقبال جامعہ احمدیہ میں جاری رہی۔ 1976ء میں باقاعدہ مدرسۃ الحفظ قائم کیا گیا۔ 2000ء میں مدرسۃ الحفظ کو موجودہ نئی عمارت میں منتقل کیا گیا۔

(الفضل 11 اپریل 2001 ء)

مدرسۃ الحفظ سے سینکڑوں بچے اب تک قرآن حفظ کر چکے ہیں۔ اسی طرح بچیوں کے لئے عائشہ دینیات اکیڈمی قائم کی گئی ہے جس سے سینکڑوں بچیاں قرآن حفظ کر چکی ہیں۔ 2 ستمبر 2000ء کو برطانیہ میں مدرسہ حفظ قرآن عمل میں آیا جس میں ٹیلی فون اور جزوقتی کلاسوں کے ذریعہ بچوں کو قرآن حفظ کروایا جاتا ہے۔ اس کا نام الحافظون رکھا گیا ہے۔ یکم مارچ 2005ء کو گھانا میں جامعہ احمدیہ کے ساتھ مدرسۃ الحفظ کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے اب تک 71 بچے قرآن حفظ کر چکے ہیں اور 26 حفظ کر رہے ہیں

(الفضل انٹرنیشنل 29 اکتوبر 2021ء)

اسی طرح کئی اور ملکوں میں بھی حفظ کا انتظام ہے یعنی امریکہ، کینیڈا، نائیجیریا، بینن، سیرالیون وغیرہ

عربی سیکھنے کی تحریک

قرآن سیکھنے کے لئے عربی جاننا اول قدم ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے عربی زبان کی ترویج کی طرف خاص توجہ فرمائی اور 19 جون 1944ء کو خطبہ جمعہ کے علاوہ مجلس عرفان میں فرمایا۔

''عربی زبان کا مردوں اور عورتوں میں شوق پیدا کرنے اور اس زبان میں لوگوں کے اندر گفتگو کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ۔۔۔۔ ایک عربی بول چال کے متعلق رسالہ لکھیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی عربی کے بعض فقرے تجویز فرمائے تھے جن کو میں نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع کر دیا تھا۔ ان فقروں کو بھی اپنے سامنے رکھ لیا جائے اور تبرک کے طور پر ان فقرات کو بھی رسالہ میں شامل کر لیا جائے۔ درحقیقت وہ ایک طریق ہے جو حضرت مسیح موعود نے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس راستہ پر چلیں اور اپنی جماعت میں عربی زبان کی ترویج کی کوشش کریں۔ میرے خیال میں اس میں اس قسم کے

فقرات ہونے چاہئیں کہ جب ایک دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے تو کیا کہتا ہے اور کس طرح آپس میں باتیں ہوتی ہیں۔ وہ باتیں تربیت کے ساتھ لکھی جائیں۔ پھر مثلاً انسان اپنے گھر جاتا ہے اور کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق اپنی ماں سے یا کسی ملازم سے گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے کھانے کے لئے کیا پکایا ہے یا کون سی ترکاری تیار ہے؟ اس طرح کی روزمرہ کی باتیں رسالہ کی صورت میں شائع کی جائیں۔ بعد میں محلوں میں اس رسالہ کو رائج کیا جائے۔ خصوصاً لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں اس کو شامل کیا جائے اور تحریک کی جائے کہ طلباء جب بھی ایک دوسرے سے گفتگو کریں عربی زبان میں کریں۔ اس طرح عربی بول چال کا عام رواج خدا تعالیٰ کے فضل سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے ایک مردہ زبان کو اپنی کوشش سے زندہ کر دیا ہے۔ عبرانی زبان دنیا میں کہیں بھی رائج نہیں۔ لیکن لاکھوں کروڑوں یہودی عبرانی زبان بولتے ہیں۔ اگر یہودی ایک مردہ زبان کو زندہ کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی زبان جو ایک زندہ زبان ہے اس کا چرچا نہ ہو سکے۔ پہلے قادیان میں اس طریق کو رائج کیا جائے۔ پھر بیرونی جماعتوں میں یہ طریق جاری کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ چھوٹے چھوٹے آسان فقرے ہوں جو بچوں کو بھی یاد کرائے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں سے امید کی جائے گی کہ وہ اپنے گھروں میں بھی عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح قرآن کریم سے لوگوں کی دلچسپی بڑھ جائے گی اور اس کی آیات کی سمجھ بھی انہیں زیادہ آنے لگ جائے گی۔ اب تو میں نے دیکھا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے جب یہ کہا جاتا ہے۔ ربنا اننا سمعنا... تو ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ بلند آواز سے آمین کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آمین کہنے کا موقع نہیں ہوتا۔ یہ عربی زبان سے ناواقفیت کی علامت ہے۔ اگر عربی بول چال کا لوگوں میں رواج ہو جائے گا تو یہ معمولی باتیں لوگ خود بخود سمجھنے لگ جائیں گے اور انہیں نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

یہ رسالہ جب شائع ہو جائے تو خدام الاحمدیہ کے سپرد کر دیا جائے تا کہ اس کے تھوڑے تھوڑے حصوں کا وہ اپنے نظام کے ماتحت وقتاً فوقتاً نوجوانوں سے امتحان لیتے رہیں۔ یہ فقرات بہت سادہ زبان میں ہونے چاہئیں۔ مصری زبان میں انشاء الادب نام سے کئی رسالے اس قسم کے شائع ہو چکے ہیں مگر وہ زیادہ دقیق ہیں۔ معلوم نہیں ہمارے سکولوں میں انہیں کیوں جاری نہیں کیا گیا۔

(الفضل یکم جنوری 1945ء ص 4 کالم 4,3)

تراجم قرآن کی تحریکات

قرآن کریم کے متعلق تحریکات کا ایک بہت اہم سلسلہ تراجم قرآن سے تعلق رکھتا ہے جس کے لئے حضور نے کئی دفعہ تحریکات فرمائیں۔ آپ نے یہ اعلان فرمایا:

''دنیا میں اس وقت تیرہ سو زبانیں بولی جاتی ہیں اور تیرہ سو زبانوں میں ہی قرآن کریم کا ترجمہ ہونا ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جسے قرآن کریم مخاطب نہیں کرتا۔ پس دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں ہونا چاہئے جس کی زبان میں ہم اس کا ترجمہ نہ کر دیں۔ تا کہ کوئی فرد یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ! تو نے مجھے فلاں زبان بولنے والے لوگوں میں پیدا کیا تھا اور قرآن کریم تو عربی زبان میں ہے پھر میں قرآن کریم کس سے سیکھتا؟''

(تفسیر کبیر جلد 7 ص 641)

تراجم کا ایک خصوصی دور 1944ء میں شروع ہوا۔ جوں جوں دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کا وقت قریب آرہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی توجہ دنیا بھر میں دینی جنگ کے آغاز کی مختلف سکیموں پر بڑھتی جارہی تھی۔ اس سلسلہ میں حضور نے 20 اکتوبر 1944ء کو دنیا کی سات مشہور زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، ڈچ، ہسپانوی اور پرتگیزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کی عظیم الشان تحریک کی اور پھر اپنے عہد خلافت میں اس کی تکمیل کے لئے کامیاب جدوجہد فرمائی۔ اس اہم تحریک کو عملی جامہ پہنانے اور ضروری اخراجات مہیا کرنے کے لئے حضور نے شروع میں یہ اعلان فرمایا کہ ''اطالوی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا خرچ میں ادا کروں گا'' یہ انتخاب خدا تعالیٰ کے القاء کے تحت تھا۔ چنانچہ فرمایا: ''خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ چونکہ پہلے مسیح کا خلیفہ کہلانے والا اٹلی میں رہتا ہے۔ اس مناسبت سے قرآن مجید کا جو ترجمہ اطالوی زبان میں شائع ہو وہ مسیح محمدی کے خلیفہ کی طرف سے ہونا چاہئے۔''

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء ص 4)

اس اعلان کے ساتھ ہی حضور نے جرمن ترجمہ کا خرچ ہندوستان کی لجنہ اماء اللہ کے ذمہ اور ایک ترجمہ قرآن کی رقم جماعت احمدیہ قادیان کے ذمہ ڈالی اور باقی چار تراجم قرآن کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ ان کے اخراجات چار شہروں کی جماعتیں یا افراد پیش کریں۔ تراجم قرآن مجید کے علاوہ غیر ملکی آٹھ زبانوں میں حضور نے اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا پروگرام بھی رکھا اور وہ یہ کہ:

1۔ اسلامی اصول کی فلاسفی، مسیح ہندوستان میں، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، رسول کریم ﷺ کی سوانح عمری، حضرت مسیح موعود کی سوانح عمری، رسول کریم ﷺ کے متعلق پیشگوئیاں، ترجمہ احادیث، پرانے اور نئے عہد نامہ کی روشنی میں توحید، نظام نو اور تین اور اہم مضامین پر مشتمل بارہ کتب کا سیٹ شائع کیا جائے۔

عربی ممالک کے لئے کتابوں کا الگ سیٹ تجویز ہونا چاہئے۔

2۔ عربی سمیت دنیا کی مشہور نو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اور اشتہار چھپوائے جائیں جو چار چار صفحے سے لے کر سولہ سولہ صفحے تک کے ہوں تا کہ کثرت کے ساتھ ان کی اشاعت ہو سکے اور ہر آدمی کے ہاتھ میں پہنچائے جاسکیں۔

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء ص 5،4)

خطبہ کے بعد چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور آپ کے چند اور رفقاء نے ایک ترجمہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا اب باقی صرف تین تراجم رہ گئے جو حضور نے پوری جماعت پر چھوڑ دیئے اور فرمایا: ''جو فرد اکیلا ایک ترجمہ کی رقم اٹھانا چاہے وہ اکیلا اٹھالے۔ جو چند دوستوں کے ساتھ مل کر یہ بوجھ اٹھانا چاہتا ہو وہ ایسا کرلے۔ جو جماعت مل کر ایک ترجمہ کی رقم دینا چاہے وہ جماعت اس کا وعدہ کرلے۔ جو صوبہ ایک ترجمہ کی رقم دینا چاہے وہ صوبہ اس کا وعدہ کرلے۔''

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء ص 4)

اس تحریک کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز اور خارق عادت رنگ میں قبولیت بخشی اور تحریک کی اشاعت کے چھ دن کے اندر اندر تین کی بجائے پانچ تراجم کے وعدہ جات حضرت اقدس کے حضور پہنچ گئے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:-

''یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ ادھر بات منہ سے نکلتی ہے اور ادھر پوری ہو جاتی ہے۔ باوجود خطبہ کے دیر سے شائع ہونے کے 6 دن کے اندر سات زبانوں کے تراجم کے اخراجات کے وعدے آگئے۔ خطبہ کے باہر پہنچنے کے چند گھنٹے کے اندر اندر اختر صاحب نے دہلی سے بذریعہ تار اطلاع دی کہ ایک ترجمہ کے اخراجات وہ مع اپنے دوستوں کے دیں گے۔ ایک تار لاہور سے آیا۔ کلکتہ کی جماعت نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک زبان کے ترجمہ کی اشاعت کے اخراجات وہ دے گی۔ ایک تار قصور سے ملک عبدالرحمن صاحب کا آیا تو 9 تراجم کے اخراجات کے وعدے آچکے ہیں۔ گویا جتنی زبانوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے ان سے دو کے زائد، زائد کے لئے چندہ تو نہیں لیا جائے گا مگر یہ خدا کا کتنا بڑا فضل اور انعام ہے کہ جماعت کے ایک تھوڑے سے حصہ نے نہایت قلیل عرصہ میں مطالبہ سے بھی بڑھ کر وعدے پیش کر دیئے۔ خاص کر قادیان کی غریب جماعت نے اس تحریک میں بہت بڑا حصہ لیا''

(الفضل 2 نومبر 1944ء ص 2 کالم 3)

خدا تعالیٰ نے سیدنا المصلح الموعودؓ کو فدائیوں، شیدائیوں اور سرفروشوں کی بے مثال جماعت بخشی تھی۔ جس نے اس موقعہ پر روح مسابقت اور جذبہ اخلاص کے اس نمونہ پر قانع و مطمئن ہونا گوارا نہیں کیا بلکہ نو تراجم کے وعدوں کے بعد مزید درخواستوں کا تانتا بندھ گیا اور یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ اب تراجم کی تقسیم کی صورت کیا ہو؟ چنانچہ سیدنا المصلح الموعود نے 3 نومبر 1944ء کے خطبہ جمعہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے پچھلے خطبہ سے پہلے خطبہ میں (20 اکتوبر کو) قرآن مجید کے سات تراجم کے متعلق تحریک کی تھی۔ جہاں تک اس کی کامیابی کا سوال تھا مجھے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ رہا ہے کہ وہ جب کبھی میرے منہ سے کوئی بات نکلواتا ہے تو اس کی کامیابی کے سامان بھی کر دیتا ہے۔ لیکن اس میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے کہ اس تحریک کے بعد جو درخواستیں آئی ہیں وہ ہمارے مطالبہ سے بہت زیادہ ہیں۔ ہمارا مطالبہ تھا سات تراجم کے اخراجات کا اور درخواستیں آئی ہیں بارہ تراجم کے لئے اور ابھی بیرون جات سے چٹھیاں آرہی ہیں کہ وہ اس چندہ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ جہاں تک وسیع علاقوں کا تعلق ہے اور جہاں جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں وہ علاقے چونکہ سب کے مشورہ کے بغیر کوئی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے اس لئے ان درخواستوں میں وہ شامل نہیں کیونکہ وہ جلدی مشورہ کر کے اتنے وقت کے اندر اطلاع نہیں دے سکتی تھیں۔ یہ درخواستیں صرف ان جماعتوں کی طرف سے ہیں جو اپنی ذمہ داری پر اس بوجھ کو اٹھا سکتی تھیں یا افراد کی طرف سے ہیں... قادیان کی جماعت کے متعلق مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ ایک ترجمہ کی جگہ وہ دو کا خرچ اپنے ذمہ لے لے گی اور لجنہ کا بھی جس رنگ میں چندہ ہو رہا ہے اس رنگ میں دو کا بھی سوال نہیں۔ بلکہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا چندہ دو سے بھی بہت زیادہ ہو گا۔ کیونکہ اس

وقت تک لجنہ قادیان کی طرف سے چھ ہزار تین سو کے وعدے آ چکے ہیں اور ابھی ہزار بارہ سو روپیہ کے وعدوں کی اور امید ہے (خطبہ ختم کرتے وقت آٹھ ہزار سے زائد کے وعدے ہو چکے ہیں) گو میں نے سارے ہندوستان کی لجنہ کے ذمہ جو ایک ترجمہ کا خرچ لگایا تھا۔ اس سے زیادہ کے وعدے قادیان سے ہی ہو چکے ہیں اور ابھی باہر کی ساری لجنائیں باقی ہیں۔ اسی طرح قادیان کی جماعت کے علاوہ صدر انجمن کے کارکنوں نے بھی ایک ترجمہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہے۔ کارکنوں کے علاوہ دوسروں کے چندہ کا وعدہ ایک ترجمہ سے زیادہ کا ہو چکا ہے اور ابھی ہو رہا ہے۔ اب ان جماعتوں یا افراد کی طرف سے جن کا حصہ نہیں لیا جاسکا، الحاح کی چٹھیاں آرہی ہیں اور وہ اصرار کے ساتھ لکھ رہی ہیں کہ ہمیں بھی اس چندہ میں حصہ لینے کا موقع دیجئے‘‘

(الفضل 8 نومبر 1944ء)

حضور کو مخلصین جماعت کی بیتابی دیکھ کر سات تراجم اور بارہ بارہ کتابوں کے مکمل سیٹ کی ازسر نو تقسیم کا اعلان کرنا پڑا۔ جس کے مطابق ایک ایک ترجمہ قرآن اور ایک ایک کتاب کی اشاعت کا خرچ طوعی اور اختیاری رنگ میں مندرجہ ذیل سات حلقوں پر تقسیم کر دیا گیا۔

1۔ لجنہ اماء اللہ ہندوستان۔ 2۔ جماعت قادیان 3۔ جماعتہائے لاہور، امرت سر، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، فیروز پور۔ 4۔ جماعتہائے دہلی، بہار، یوپی، لدھیانہ، ضلع انبالہ، ریاست پٹیالہ۔ 5۔ کلکتہ۔ 6۔ حیدر آباد دکن، میسور، بمبئی، مدراس اور اس کے ساتھ ملحقہ ریاستیں۔ 7۔ صوبہ سرحد و صوبہ سندھ۔ (الفضل 8 نومبر 1944 ص1 کالم 1 تا 4) اس نئی تقسیم کے اعلان پر جماعت کے ان مخلصین کی طرف سے بھی جنہوں نے پورے ترجمہ کے اخراجات کی پیشکش کی تھی اور ان افراد اور جماعتوں کی طرف سے بھی جو اس چندہ میں شمولیت کا ارادہ رکھتی تھیں اور ان کو اس میں شامل ہونے سے محروم کر دیا گیا، اپنے آقا کے حضور التجاؤں اور درخواستوں کے پے در پے خطوط بھیجے گئے۔ جن میں حد درجہ اضطراب اور انتہائی گھبراہٹ کا اظہار کیا گیا کہ ہمیں اس ثواب میں شامل ہونے کا موقعہ نہیں دیا اور یہ امر ان کے لئے انتہائی کرب اور دکھ کا موجب ہے۔

(الفضل 14 نومبر 1944ء ص1)

حضور کی خدمت میں جب اس نوعیت کے مسلسل اور پے در پے خطوط پہنچے تو حضور نے 10 نومبر 1944ء کو مخلصین جماعت کی التجاؤں پر اپنی تجویز فرمودہ پہلی تقسیم بھی کالعدم قرار دے دی اور اس کی بجائے نئی تقسیم کا اعلان فرما دیا جس سے پوری جماعت کے لئے ثواب میں شریک ہونے کا موقعہ فراہم ہو گیا۔

(الفضل 14 نومبر 1944ء ص1)

حضور نے تراجم کے لئے ایک لاکھ 94 ہزار روپیہ چندہ کی تحریک فرمائی اور احباب کو اس میں حصہ لینے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔ اور میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں ضرور حصہ لیں خواہ ایک دھیلہ ہی دے سکیں تا جہاں جہاں قرآن کریم کے یہ تراجم چھپ کر جائیں ثواب میں ان کا حصہ بھی ہو۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ایک کوڑی دے کر بھی آدمی حصہ لے سکتا ہے۔ اتنی رعایت کے باوجود بھی جو حصہ نہیں لیتا وہ اپنے آپ کو بہت بڑے انعام سے محروم رکھتا ہے۔ پس ہر دوست اس میں حصہ لے خواہ ایک پیسہ ایک دھیلہ دے کر ہی حصہ لے سکے۔ غرض یہ ہے کہ ہر شخص اس ثواب میں شامل ہو سکے۔

(انوار العلوم جلد 17 ص493)

حضور کے اندازہ کے مطابق ترجمہ اور چھپوائی کے لئے ایک لاکھ 94 ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ جس کا آپ نے جماعت سے مطالبہ کیا۔ جماعت کی طرف سے 2 لاکھ 60 ہزار روپے کے وعدے ہوئے اور پھر ان کا اکثر حصہ وصول ہو گیا۔ اور دو سال کے عرصہ میں ساتوں زبانوں میں تراجم مکمل ہو گئے۔ انگریزی زبان میں ترجمہ پہلے ہو چکا تھا۔ حضور فرماتے ہیں:۔ ’’قرآن کے سات مختلف زبانوں میں جو تراجم ہو رہے تھے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گئے ہیں اور ان کی ایک اور نقل بینک میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ صرف اس بات کا انتظار ہے کہ ہمارے مبلغین ان زبانوں کو سیکھ کر ان پر نظر ثانی کر لیں۔ تا غلطی کا امکان نہ رہے۔‘‘

(الفضل 28 دسمبر 1946ء)

ترجمہ قرآن کریم انگریزی کے پھیلاؤ کی تحریک

انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی خاطر جماعت کو تحریک کی کہ اس کی ایک ہزار کاپیاں دنیا کے مشہور علماء، سیاستدان، لیڈروں اور مملکتوں کے سربراہوں کو دی جائیں اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں رکھی جائیں۔ جماعت کے مخیر اور مخلص احباب ایک یا ایک سے زائد کاپیوں کی قیمت پیش کریں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

’’جماعت کو ہمت کر دکھانی چاہئے اور ایک ہزار کتاب خرید کر سلسلہ کے سپرد کر دینی چاہئے تا کہ بڑے بڑے سیاستدانوں، لیڈروں، مذہبی لوگوں اور مستشرقین میں ان کتابوں کو تقسیم کیا جاسکے۔ اگر کتاب کی قیمت بیس روپے ہوئی تو کل بیس ہزار کی رقم بنتی ہے۔ اگر پچیس روپے ہوئی تو پچیس ہزار روپے کی رقم بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیس پچیس ہزار کی رقم جماعت کے لئے کوئی بڑا بوجھ نہیں بلکہ جس قسم کا یہ کام ہے اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے یہ رقم بہت ہی ادنیٰ ہے۔ کہتے ہیں جو بولے وہی کنڈا کھولے۔ اس لئے میں اپنی طرف سے ایک سو جلد خرید کر محلہ کو تقسیم کرنے کے لئے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ایک سو جلدوں کی جو بھی قیمت ہو گی وہ میں دوں گا۔ باقی نو حصے جماعت کو پورے کرنے چاہئیں۔ لجنہ اماء اللہ نے دو سو جلدوں کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے صرف سات سو جلدیں باقی جماعت کے ذمہ رہ جاتی ہیں۔ ممکن ہے بعض مخلصوں کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور یہ حصے بھی لگ جائیں اور باقیوں کو افسوس کرنا پڑے اس لئے اس نیک کام میں حصہ لینے کے لئے دوستوں کو جلدی کرنی چاہئے‘‘

(الفضل 26 فروری 1947ء ص3 کالم 3)

جماعت کے احباب نے اپنے پیارے امام کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اموال پیش کئے اور کلام اللہ کی اشاعت میں حصہ لیتے ہوئے ترجمہ کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر پیش کر دیں۔

الغرض حضرت مصلح موعود کی ذات میں کلام اللہ کے مرتبہ کا شاندار ظہور ہوا اور تعلیم القرآن کی تحریکات نے جماعت کو بھی اس میں شامل کر دیا اور محبت اور خدمت قرآن کی ایک عظیم الشان لہر نے دنیا بھر میں اس کے گہرے اثرات مرتب کئے اللہ تعالی اس محبت کو اور بھی بڑھاتا چلا جائے آمین۔

بقیہ: وتین ...... از صفحہ 10

دی گئی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس اصول کی رُو سے حضرت مسیح موعودؑ نے ’’رگِ گردن‘‘ 1904 میں فرمایا اور ’’رگِ جان‘‘ مارچ 1907 میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخری بار آپ نے یہ الفاظ 1908 میں استعمال فرمائے جو آپ کی وفات کے بعد ’’البدر‘‘ میں شائع ہوئے۔ لہذا ’’وتین‘‘ سے مراد ’’رگِ جان‘‘ ہی لینا ہو گا۔

نمبر تین: مذکورہ بالا تینوں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ ’’وتین‘‘ انسانی گردن میں پائی جاتی ہے۔

آخر میں دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ’’وتین‘‘ کا کیا ترجمہ کیا ہے۔ آپ ثم لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ اس کا اپنا کلام ہوتا، نہ خدا کا تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔

(الحکم 31 جنوری 1902 صفحہ 6-7)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ترجمہ ’’رگِ گردن‘‘ اور ’’رگِ جان‘‘ میں سے ’’رگِ جان‘‘ کا ہی انتخاب فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ دونوں متفق ہیں کہ ’’وتین‘‘ کا مطلب ’’رگِ جان‘‘ ہی ہے۔

خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے ایک جگہ فرمایا کہ ’’وتین‘‘ وہ رگ ہے جو دل سے دماغ کی طرف جاتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ 15 دسمبر 1911)

کچھ کم فہم لوگ اس جملے کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دماغ کی طرف جو چیز جائے گی وہ گردن سے ہو کر ہی تو جائے گی اس لیے یہ رگ یعنی ’’وتین‘‘ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مطابق گردن میں ہی پائی جاتی ہے۔ ایسی تاویل محض کم علمی اور نالائقی پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ ’’وتین‘‘ دل سے نکل کر دماغ میں جاتی ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ یہ دل سے دماغ کی طرف جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جس طرح کسی کار کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ربوہ سے سرگودھا کی طرف جا رہی ہے تو سرگودھا کی طرف کا مطلب سرگودھا نہیں ہے، یہ لالیاں بھی جاسکتی ہے اور چک چھیالیس یا پُل گیارہ بھی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر حضرات جانتے ہیں کہ انسانی جسم میں سر کو اوپر اور پاؤں کو نیچے کی سمت کہا جاتا ہے۔ اگر ’’ایورٹا‘‘ کی تصویر دیکھی جائے تو یہ دل سے نکلتی، اوپر سر کی طرف جاتی ہے لیکن گردن سے پہلے ہی ’’یوٹرن‘‘ بنا کر واپس آتی اور جسم کے نچلے حصّے کی طرف چلی جاتی ہے۔ خلیفۃ المسیح الاوّل کا یہ فرمانا کہ وتین دل سے سر کی طرف جاتی ہے، اس کا یہ مطلب اخذ کرنا کہ یہ سر میں جاتی ہے اس لیے گردن میں ہوتی ہے، ایک سراسر باطل سوچ ہے۔

تمام تر گفتگو کو سمیٹتے ہوئے عرض کروں گا کہ اس ضد پر اڑے رہنا کہ ’’وتین‘‘ سے مراد ’’ایورٹا‘‘ نہیں بلکہ ’’جگلر وین‘‘ ہے محض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دل میں موجود عناد اور بغض و کدورت کی عکاسی ہے ورنہ اس کی تائید نہ قرآنِ پاک سے ہوتی ہے، نہ فرمودات حضرت مسیح موعودؑ سے اور نہ ہی جدید طبی اور سائنسی تحقیق سے۔ ایک ایسا وجود جو حضرتِ اقدس مسیح موعودؑ کو ملنے والی بشاراتِ مقدسہ کا مصداق تھا، اس کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ معاذ اللہ ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کھلی جہالت اور گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

امتہ الباری ناصر۔ امریکہ

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم کارنامہ

1934ء میں جماعت کے خلاف ایک بہت بڑا طوفان اٹھایا گیا۔صداقت کے مخالفوں نے اپنی کامیابی کے لئے تمام دنیوی سامان جمع کر لئے۔ ان کی پشت پر ہندو سرمایہ تھا۔ان کی امداد آل انڈیا کانگریس کے اکابر کر رہے تھے۔ انگریز کی اس وقت کی حکومت کے بعض افسر جن میں پنجاب کے گورنر بھی شامل تھے ان کی بھرپور حمایت کر رہے تھے۔ مخالفت کرنے والا یہ گروہ جو اپنے آپ کو ’’مجلس احرار‘‘ کے نام سے مشہور کرتا تھا ان کے مقاصد وہی تھے جو قائد اعظم کے مقابلہ میں ہندو کانگریس کے تھے اور یہ بظاہر مسلمان اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اور اپنے سرپرستوں ابوالکلام آزاد اور مسٹر پٹیل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر کام کر گزرتے تھے اور اس بات کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی کہ یہ کام خلاف اسلام، خلاف قرآن اور خلاف عقل و نقل ہے۔ اس مجلس کے اس وقت کے سیکرٹری جنرل شورش کاشمیری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا آزاد کی سفارش پر مسٹر پٹیل سے ایک بھاری رقم وصول کی جس کی بندر بانٹ کی دلچسپ روئیداد بھی مفصل تحریر کی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی تو یہ قرآنی پالیسی رہی ہے کہ

اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ۔

(الفتح:30)

مخالفوں کا کوئی اثر قبول کئے بغیر باہم پیار و محبت سے اپنے مقصد یعنی سچائی کے بول بالا کرنے کے لئے کام کئے جانا۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہی پرحکمت طریق اختیار فرمایا۔

؎ عدو جب بڑھ گیا جب شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

آپ نے جماعت کے سامنے ایک بہت ہی بابرکت اور انقلابی الہامی تحریک جاری فرمائی جو جماعت میں ’’تحریک جدید‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔

مذکورہ تحریک کا اعلان کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ اس تحریک سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ افراد جماعت باہم پیار و محبت کی فضا پیدا کریں اور اگر کسی کی اپنے بھائی سے ناراضگی ہے تو وہ اس کے پاس جائے اور اس سے صلح کرے۔ آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ اس ناراضگی میں میں مظلوم ہوں اور میرے مخالف کی زیادتی ہے تو میں یہ حکم دیتا ہوں کہ صلح میں ابتدا اس کی طرف سے ہونی چاہیے جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان کے لوگ جو یہ خطبہ سن رہے ہیں وہ آج شام تک اس پر عمل کر لیں اور باہر جب جماعتوں میں یہ خطبہ جائے تو وہ لوگ بھی بلا تاخیر اس کی تعمیل کریں۔ آپ اپنی اس نہایت ضروری اور اہم نصیحت کی یاددہانی بھی کرواتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

’’آج چھ ماہ کے بعد میں پھر ان لوگوں سے جنہوں نے اس عرصہ میں کوئی جھگڑا کیا ہو کہتا ہوں کہ وہ توبہ کریں، توبہ کریں، توبہ کریں ورنہ خدا کے رجسٹر سے ان کا نام کاٹ دیا جائے گا اور وہ تباہ ہو جائیں گے۔ منہ

کی احمدیت انہیں ہرگز ہرگز نہیں بچا سکے گی۔ ایسے لوگ خون آلود گندے چیتھڑے کی کی طرح ہیں جو پھینک دیئے جانے کے قابل ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس نے اپنے بھائی سے جنگ کی ہوئی ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ بیشتر اس کے کہ خدا کا غضب اس پر نازل ہو وہ ہمیشہ کے لئے صلح کر لے۔‘‘

(تقریر 26/ مئی 1935ء)

اس خوش گوار فضا اور ماحول میں آپ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا۔جس میں آپ نے جماعت کے سامنے قربانیوں کا ایک وسیع اور متنوع پروگرام رکھا۔ آپ نے ابتدائی ضروری کاموں کے لئے 27 ہزار روپے کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے اس سے بہت بڑھ کر وعدے اور چندہ پیش کر دیا۔ مگر حضورؓ کے مطالبات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ چندہ ایک ضمنی مطالبہ تھا مگر اصل مطالبات مثلاً

1۔ زندگی وقف کرنا۔
2۔تبلیغ کرنا۔
3۔مرکز سے تعلق کو مضبوط کرنا۔
4۔ بچوں کو تعلیم کے لئے مرکز بھجوانا۔
5۔ بے کاری ترک کر کے کوئی نہ کوئی کام کرنا۔
6۔ دفتر امانت کے امانت فنڈ کو مضبوط کرنا۔
7۔ پینشن یافتہ لوگوں کا مرکز میں آنا اور رہنا۔
8۔ اگر کوئی کام کرنے سے معذور ہو تو اس کا دعاؤں میں مصروف رہنا۔

یہ سب مطالبات ضروری اور بنیادی امور ہیں۔ ان کے بغیر انفرادی اور جماعتی ترقی ممکن ہی نہیں ہے۔تحریک جدید کے مطالبات میں ایک مطالبہ سادہ زندگی اختیار کرنا اور سادہ زندگی بسر کرنا بھی تھا۔ بظاہر یہ ایک بہت ہی معمولی، آسان مطالبہ ہے مگر اس پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ منافع اور فوائد ہیں۔حضور نے اس مطالبہ کی طرف بطور خاص توجہ دلائی۔ بار بار اس کی یاددہانی کروائی۔خود ہمیشہ اس طریق پر عمل پیرا رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے ارشادات بہت تفصیلی تھے۔ آپ نے اپنے کئی خطبات اور تقریروں میں اس کی طرف توجہ دلائی اور اس کی اہمیت، ضرورت اور فوائد کو بیان کیا مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

’’سستیوں اور غفلتوں کو دور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو … چندہ اور امانت فنڈ دونوں میں حصہ لو اور سادہ زندگی اختیار کرو کہ وہ نور بخشنے والی ہے۔ جو اسے اختیار نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اس کے لئے جہنم تیار ہے۔ کوئی بات میں نے ایسی نہیں کہی جس کی کل ضرورت پیش نہیں آنے والی۔ جب وقت آئے گا تو جنہوں نے مان کر عمل کیا دعائیں دیں گے اور نہ ماننے والے اپنے آپ کو لعنت کریں گے۔

(الفضل 21/ ستمبر 1935ء)

سادگی کو ترک کرنے والے تصنع اور بناوٹ کی ایسی زندگی اپناتے ہیں جس میں وقتی طور پر تو بہت چکا چوند اور رونق و ٹھاٹھ نظر آتا ہے مگر ایسے لوگ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ میک اپ کی کثرت چہرے کو بگاڑ دیتی ہے۔ لباس میں تکلف بے شرمی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے۔ کھانے میں تکلف مرغن کھانوں کی طرف لے جاتا ہے۔جس میں وقتی طور پر لذت اور مزا تو ضرور ہوتا ہے مگر اس کا نتیجہ ذیابیطس اور موٹاپے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور یہاں یہ بیان کرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ تمام بیماریاں اور دوائیوں کا استعمال یہیں سے شروع ہوتا ہے اور ان سے نجات کے لئے عقل مند لوگ رضا کارانہ طور پر سادگی کی طرف لوٹ آتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی نصیحتوں کے باوجود اپنا تکلف کا طریق نہیں چھوڑتے اور حسرت و ندامت کا شکار ہوتے ہیں۔عبرت اور نصیحت کے یہ نشان ہمیں ہر طرف نظر آتے ہیں اور بزبان حال یہ بتاتے ہیں کہ سادگی میں بہت سکھ ہے اور

؎ تکلف میں اے ذوق تکلیف بہت ہے

مالی قربانی کرنے والے خوش قسمت افراد کو توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

جس رنگ میں جماعت نے مالی قربانی کی ہے اس حد تک دوسری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔سادہ زندگی کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ہزارہا لوگوں نے اپنے اندر تغیر پیدا کیا مگر ابھی بہت ہیں جن کو اپنے اندر تغیر پیدا کرنا چاہیے۔

(الفضل 7/ نومبر 1935ء)

سادہ زندگی کو دنیا کے تمدن کی بنیاد قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

’’خصوصاً سادہ زندگی کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سادہ زندگی کی ہدایت پر عمل کرنے میں کچھ نقص ہے۔… سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی تحریک نہیں بلکہ درحقیقت دنیا کے آئندہ تمدن کی بنیاد اس پر ہے۔

(الفضل 16/ اکتوبر 1936ء)

آپ نے ایک اور جگہ فرمایا:

’’… دوستوں کو تحریک جدید کے اس حصہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو سادہ زندگی اختیار کرنے کا ہے۔… جہاں تک میں اسلام پر غور کرتا ہوں مجھے اس کے تمدن کا یہ نقطہ مرکزی نظر آتا ہے اور میں سمجھتا ہوں ہزاروں قومی خرابیاں تکلفات سے پیدا ہوتی ہیں۔… سادہ زندگی بسر کرو اور روپیہ اس طرح خرچ کرو کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

بقیہ صفحہ 3 پر

اکرم محمود۔ میری لینڈ امریکہ

وتین: حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ

ادارہ کا مضمون نگار کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں

نوٹ از ایڈیٹر: مضمون نگار نے اپنی یہ تحقیق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ پیش کی۔حضور نے بعد ملاحظہ موصوف کو تحریر فرمایا۔

‘‘آپ نے منکرین خلافت کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے دعوی مصلح موعود کے خلاف اٹھائے جانے والے بعض اعتراضات کے جواب میں جو مضمون لکھا ہے۔ ماشاء اللہ وہ بہت اچھا ہے۔ اگر آپ اسے شائع کرانا چاہتے ہیں تو بے شک کسی رسالے میں کروا دیں’’

منکرینِ خلافت ابتداء ہی سے خلفائے احمدیت،بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں معاندانہ اور متعصّبانہ رویّہ رکھتے تھے۔ اب بھی یہ لوگ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات اور کردار پر رکیک حملوں کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان کا مقصد محض الزام تراشی اور دشنام دہی ہوتا ہے اور انہیں اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ ان کے اٹھائے گئے اعتراضات اور بہتان اپنے ساتھ کوئی ٹھوس دلیل یا ثبوت بھی رکھتے ہیں کہ نہیں۔

سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر چسپاں کر کے ان کے دعویٰ مصلح موعودؓ کو جھوٹا ثابت کرنے کی مذموم کوشش اس کی بہت بڑی مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ۔ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ۔ ان آیات سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ماموریت کا جھوٹا دعویٰ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ‘‘وتین’’ کاٹ کر اُسے ہلاک کر دیتا ہے ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ کوئی جھوٹا مدعیٔ نبوت اپنے دعویٰ کے بعد تیئس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا یہ وہ عرصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہلی وحی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ سے لے کر اپنی وفات تک گزارا۔

منکرینِ خلافت یہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944 میں مصلح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا اور خدا تعالیٰ نے سورۃ الحاقہ میں بیان کردہ وعید کے مطابق ان کی ‘‘وتین’’ یعنی ‘‘جگلر وین’’ کاٹ دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر 10مارچ 1954 کو مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز عصر قاتلانہ حملہ ہوا۔حملہ آور نے چاقو سے آپ کی گردن پر وار کیا۔ زخم کافی گہرا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کی زندگی کو محفوظ رکھا۔ ابتدائی طور پر ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے آپؓ کے زخم پر ٹانکے لگائے۔لاہور سے سرجن ریاض قدیر صاحب تشریف لائے۔انہوں نے رات ایک بجے کے قریب ٹانکے کھول کر آپریشن کیا جو تقریباً سوا گھنٹہ جاری رہا۔تسلی بخش علاج کرنے کے بعد وہ اگلی صبح لاہور واپس چلے گئے۔

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر معاندینِ خلافت سورۃ الحاقہ کی مذکورہ آیات کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر چسپاں کرنے کی کوشش کر کے محض اپنے خبثِ باطن کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ فہمِ قرآن رکھنے والے اور ارشاداتِ مسیح موعودؑ کو سمجھنے والے شخص کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر یہ آیات منطبق نہیں ہوتیں کیونکہ اس اطلاق کے خلاف ٹھوس دلائل موجود ہیں۔مثلاً:۔

1۔حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات وتشریحات کی روشنی میں ان آیات کا اطلاق اُس شخص پر ہوتا ہے جو مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا اس لیے اُن پر یہ آیات منطبق نہیں ہوتیں۔ مسیح موعودؑ نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ‘‘اربعین’’ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 477 پر واضح طور پہ فرمایا کہ ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا کی تمام بحث سے مراد ہی وحیٔ نبوت ہے۔

2۔خدا تعالیٰ نے جھوٹے مدعی کی ‘‘وتین’’ یا رگِ جان کاٹ کر اسے ہلاک کر دینے کی وعید سنائی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ہلاک کرنے کی بجائے معجزانہ طور پر بچا لیا اور زندہ رکھا۔

3۔سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم جھوٹے مدعی کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں اور اُس کی رگِ جان کاٹ کر ہلاک کر دیتے ہیں اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَا مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡہُ حٰجِزِیۡنَ کہ تم میں سے کوئی اُس کو بچانے والا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر مرزا منور احمد، ڈاکٹر حشمت اللہ اور ڈاکٹر ریاض قدیر صاحبان کا استثنیٰ بیان نہیں فرمایا کیونکہ ان ڈاکٹروں نے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے باعث ہلاک ہونے سے بچا لیا تھا۔

4۔تارِیخِ احمدیت میں بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دورانِ علاج مکمل طور پر ہوش میں تھے اور تسبیح وتحمید کر رہے تھے۔آپ نے یہ ہدایات بھی جاری فرمائیں کہ ملزم کو پکڑ لیا جائے لیکن اسے مارا نہ جائے۔آپ نے اُسی روز خود پر ہونے والے حملے کے متعلق جماعت کے نام ایک برقی پیغام انگریزی زبان میں اپنے ہاتھوں سے لکھا جو اخبار الفضل کی اُن دنوں بندش کے باعث 12 مارچ کو ‘‘المصلح’’ کراچی میں شائع ہوا۔

5۔آپ نے اسی سال جلسہ سالانہ پر ایک طویل تقریر کی جس میں اس حملے کی تفصیلات بھی بیان کیں۔ یہ سرگرمیاں ایک جیتا جاگتا صحت مند انسان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو اس حملے کے بعد زندگی عطا فرمائی نہ کہ سورۃ الحاقہ کی آیات کے مطابق ہلاک کیا۔

6۔بالفرض حضرت مصلح موعودؓ کو مدعیٔ الہام کی حیثیت سے ان آیات پر پرکھنا مطلوب ہو تو پھر اُن کا عرصہ، تیئس برس بھی اُسی معیار کے مطابق گنا جائے گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئس سال گنے جاتے ہیں یعنی پہلے الہام اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ سے لے کر اُن کی وفات تک نہ کہ کسی اور دعوے سے یہ مدت شمار کی جائے گی۔مثال کے طور پر خاتم النبیین کے دعوے سے اگر مدت شمار کی جائے تو یہ آیات سورۃ الاحزاب میں اتری ہیں اور یہ سورۃ مدنی ہے۔اس طرح آپ کے خاتم النبیین ہونے کے دعوے کا عرصہ تو چند سال بنتا ہے۔ چنانچہ آپ کے تیئس برس غارِ حرا کی پہلی وحی سے ہی شروع ہوں گے ورنہ تو تیئس برس پورے ہی نہیں ہوتے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کو پہلا الہام حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہوا اور آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور یہ رسالہ ‘‘تشحیذ الاذہان’’ میں شائع بھی ہوا۔ اس طرح یہ عرصہ پینسٹھ ستر سال کے قریب بنتا ہے جو کہ تیئس برس کی معینہ مدت سے تین گنا زیادہ ہے۔

7۔میڈیکل سائنس کی جدید تحقیق پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ ‘‘وتین’’ یعنی ‘‘ایورٹا’’(Aorta) انسانی گردن میں تو ہوتی ہی نہیں بلکہ جسم کی یہ سب سے بڑی شریان دل سے نکلتی ہے اور نیچے پیٹ کی طرف جاتی ہے۔ یہ تحقیق ڈاکٹر مقبول احمد صاحب اور ڈاکٹر خالد ایم ڈی صاحب کی مرہونِ منت ہے۔

8۔ انسانی جسم میں ‘‘ایورٹا’’(Aorta) صرف ایک ہی ہے جبکہ گردن میں ‘‘ جُگلر ویِنز ’’(Jugular Veins) چھ ہوتی ہیں۔ دو انٹرنل جُگلرز، دو ایکسٹرنل جُگلرز اور دو اینٹیریئر جُگلرز۔ اگر ‘‘جُگلر وین’’ ہی ‘‘وتین’’ ہوتی تو پھر ان چھ وینز کے لیئے جمع کا صیغہ استعمال ہونا چاہیئے تھا۔۔۔! یہ ایک واضح اشارہ ہے کہ وتین سے مراد ‘‘ایورٹا’’ ہی ہے ‘‘جگلر وین’’ نہیں ہے ۔۔۔۔۔ !!

اختصار سے بیان کیے گئے درج بالا نکات سے واضح ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر منطبق کرنا محض کدورت وعداوت پر مبنی ہے ورنہ ان کی کوئی عقلی وعلمی بنیاد نہیں ہے۔

حملے کے دو سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یورپ کے دورے پر گئے تو آپ نے کانفرنسز منعقد کرنے اور دیگر جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ اپنا طبی معائنہ بھی کرایا۔

اس معائنے کی کوئی میڈیکل ایویڈنس یا قابل تصدیق (Verifiable) رپورٹ ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایکسرے، ریڈیو لاجیکل رپورٹ یا کسی میڈیکل بورڈ کی کنسلٹیشن رپورٹ وغیرہ، کچھ بھی دستیاب نہیں ہے۔ نہ ہی معائنہ کرنے والے کسی ڈاکٹر یا سرجن کا اپنا لکھا ہوا کوئی ڈاکومینٹ ہے

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے The Renaissance of Islam کے صفحہ 331 پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر ہونے والے اس حملے کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے بعد ازاں یورپ میں ہونے والے حضورؓ کے طبی معائنے کے بارے میں لکھا کہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چاقو کی نوک ٹوٹ کر ‘‘جگلر وین’’ میں پھنس گئی تھی لیکن اسے نکالنے کا فیصلہ اس لیئے نہیں کیا گیا کہ اس سے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

موجودہ دور کے ماہرین اور سرجنز اس بیان کو میڈیکل سائنس کے شعبے سے وابستہ کسی ڈاکٹر کے منہ سے نکلے یا قلم سے لکھے گئے الفاظ ماننے پر

تیار نہیں۔ وہ اسے ایک نان میڈیکل بیانیہ سمجھتے ہیں اور اُن کے پاس اس کے ٹھوس علمی دلائل ہیں۔مثلاً

(چاقو کی نوک کا، ایک ملی میٹر سافٹ ٹشو کی الاسٹک وال Elastic Wall سے پچ ہو کر ٹوٹ جانا ممکن ہی نہیں۔)

جگلر وین کو کاٹنا ایسا خطرناک عمل نہیں ہے کہ جس سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکے۔ علاوہ ازیں ایسی میڈیکل ایویڈنسز بکثرت سامنے آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جگلر وین'' کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی۔

چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کے بیان کو اکیسویں صدی کے ڈاکٹروں کی رائے سے ہٹ کر اگر من وعن تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چاقو کی نوک کے کسی رگ کے اندر رہ جانے کے باوجود بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں تھا، اس بیان کے مطابق صرف اس نوک کو نکالنے کی صورت میں ہی یہ خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی ذرّے کے ایک رگ کے اندر رہ جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ رگ قطع ہو گئی یا کٹ گئی۔ جیسا کہ انسان کے بازو یا ٹانگ میں لگی ہوئی گولی کو ڈاکٹر نہ نکالنے کا فیصلہ کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بازو یا ٹانگ ٹوٹ گئی ہے جبکہ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ کے مطابق وتین کا قطع ہونا بھی شرطِ لازم ہے اور اس کے نتیجے میں ہلاک ہونا بھی لازم امر ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر قاتلانہ حملے میں یہ دونوں صورتیں وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔

تقریباً پانچ برس قبل محترمی ڈاکٹر مقبول احمد صاحب نے تحقیق کی کہ ''وتین'' سے کیا مراد ہے اور یہ انسانی جسم کے کس حصّے میں پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اس مسئلے کو انتہائی سادہ زبان میں اس طرح واضح کیا کہ اوسط درجے کی تعلیم اور ذہانت رکھنے والے شخص کے لیے بھی اسے سمجھنا آسان ہو گیا کہ وتین دراصل (Aorta) ''ایورٹا'' ہی ہے اور اس کا مقام انسانی گردن نہیں بلکہ دل اور سینے کے قریب ہے۔

انہوں نے عقلی اور منطقی دلائل سے واضح کیا کہ جب ''وتین'' گردن میں ہوتی ہی نہیں اور حملہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی گردن پر ہوا تھا تو پھر یہ سوچنا ہی فضول ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ''وتین'' قطع ہوئی تھی کہ نہیں۔ اب ڈاکٹر خالد ایم ڈی صاحب نے ڈاکٹر مقبول صاحب کے کام سے استفادہ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھایا ہے اور مزید قابلِ قدر معلومات فراہم کی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

اس بحث میں نہایت اہم اور قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ دو امور کا تعین کیا جائے۔نمبر ایک یہ کہ انسانی زندگی کے لیئے ''وتین'' کی اہمیت کیا ہے؟ اور نمبر دو یہ کہ انسانی جسم میں ''وتین'' کا مقام کیا ہے؟

ان دو ایشوز میں ایک اصل ہے اور دوسرے ایشو کو اس اصل کی فرع کہا جا سکتا ہے۔ اصل، اہمیت ہے، کہ اس کے کٹنے سے موت واقع ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ بات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جھوٹے مدعی کی وتین کاٹ کر اسے ہلاک کر دیتا ہوں۔ اس ارشادِ خداوندی کے اندر ہی یہ اشارہ مضمر ہے کہ وتین کے کٹ جانے سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جانا ایک یقینی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں جھوٹے مدعی کے ناخن یا بال کاٹ کر اُسے ہلاک کر دوں گا۔ اس لیے کہ ان کے کاٹنے سے کوئی ہلاک ہوتا ہی نہیں۔ لہٰذا اس حقیقت کو ماننا پڑتا ہے کہ ''وتین'' انسانی جسم کا وہ حصّہ ہے جس کے کٹ جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ ''وتین'' کا انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہونا اصل حقیقت ہے اور انسانی جسم میں اس کا مقام ایک فروعی بات ہے۔ اگر اصل اور فرع کے قضیّہ کو مدِنظر رکھا جائے تو پھر با آسانی اس حقیقت کو جانا جا سکتا ہے کہ کیا سینے میں موجود ''ایورٹا'' کا کٹ جانا موت کا باعث بنتا ہے یا گردن میں پائی جانے والی ''جگلر وین'' کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے؟ ان دونوں میں سے نسبتاً انسانی زندگی کا دارومدار کس پر ہے؟

''اصل'' اور ''فرع'' کی بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ''وتین'' کا انسان کی ''جان'' سے گہرا تعلق ہے اور یہی اصل ہے۔ اس اصل کی ''فرع'' یہ ہے کہ وتین انسانی جسم کے کس حصّے میں واقع ہے؟ مقام کا تعین کرنا مفسرینِ قرآن کا نہیں بلکہ میڈیکل سائنس کے ماہرین کا کام ہے۔ اور ان کی تحقیق نے بدرجہء اتم ثابت کر دیا ہے کہ وتین کا مقام سینہ ہے نہ کہ گردن۔

جیسا کہ میں ایک سے زائد بار عرض کر چکا ہوں کہ ''وتین'' کے حوالے سے گفتگو کی اصل ''جان'' ہے نہ کہ ''مقام''۔ اگر اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 کا ترجمہ کرتے ہوئے ''وتین'' کو بکثرت ''رگِ جان'' ہی قرار دیا ہے۔ لہٰذا میں ایک بار پھر یہی عرض کروں گا کہ اگر ''ایورٹا'' اور ''جگلر وین'' میں سے کسی ایک رگ پر ''وتین'' کا اطلاق کرنا ہے تو ایسا کرتے وقت اِس بنیاد اور اصل کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں رگوں میں سے کس رگ کے کٹ جانے سے انسانی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

ماہرینِ طب بتاتے ہیں وہ ''جگلر وین'' تو آئے دن کاٹتے رہتے ہیں اور اکثر اسے سٹچ کیئے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں لیکن ''ایورٹا'' کے بارے میں ایسا تصور کرنا بھی محال ہے۔ علاوہ ازیں ایسی میڈیکل ایویڈنسز بکثرت سامنے آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جگلر وین'' کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی۔

جب علمی اور سائنسی سطح پر یہ ثابت ہو گیا کہ وتین کا مقام انسانی گردن ہے ہی نہیں تو دشمنانِ خلافت نے ایک اور جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کی اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ یہ سمجھتے تھے کہ وتین انسانی گردن میں واقع ہوتی ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے، ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں جس میں دونوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ وتین گردن میں پائی جاتی ہے۔ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں نے وتین سے مراد ''رگِ جان'' ہی لیا ہے یعنی ایسی رگ جس کے کٹ جانے سے انسان کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گردن میں موجود جس رگ کا نام لیا جاتا ہے، یعنی جگلر وین، اس کے کٹنے سے جان کو خطرہ لاحق نہیں ہوتا اس لیئے اس سے مراد گردن میں پائی جانے والی رگ یعنی جگلر وین نہیں بلکہ دل سے نکلنے والی وہ شریان ہے جسے ایورٹا کہا جاتا ہے اور جس کے کٹ جانے سے واقعی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ، دونوں نے وتین کا ترجمہ رگِ جان کیا ہے یعنی ایسی رگ جس کے کٹ جانے سے انسان کی جان جاتی رہے اور وہ رگ گردن میں موجود جگلر وین نہیں ہے بلکہ دل سے نکلنے والی شریان ایورٹا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا وہ حوالہ دیکھیئے جس سے معاندینِ خلافت گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپؑ نے 1904 میں فرمایا:

''پیغمبرؐ صاحب کو تو یہ حکم کہ اگر تو ایک افتریٰ مجھ پر باندھتا تو میں تیری رگِ گردن کاٹ دیتا جیسا کہ آیت ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ۔ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ سے ظاہر ہوتا ہے''

(الحکم جلد 8۔نمبر 19۔20 مورخہ 10 تا 17 جون 1904 صفحہ 6)

یہاں حضرت مسیح موعودؑ نے وتین کا ترجمہ رگِ گردن اُن معروف معنوں کے طور پر کیا ہے جو معاشرے میں مروج اور مشہور ہو چکے تھے۔ یہاں پر ''رگِ گردن'' سے ان کی مراد ''رگِ جان'' ہی ہے جیسا کہ میں حضرت اقدس کے حوالوں سے ثابت کروں گا۔سورۃ الحاقہ کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا نہ خدا کا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا۔

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 389۔388)

خدا تعالیٰ قرآنِ شریف میں ایک شمشیرِ برہنہ کی طرح یہ حکم فرماتا ہے کہ اگر یہ نبی میرے پر جھوٹ بولتا اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگِ جان کاٹ دیتا۔

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 392۔391)

اگر یہ نبی ہمارے پر افترا کرتا تو ہم اس کو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی وہ رگ کاٹ دیتے جو جان کی رگ ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 214۔213)

اگر یہ نبی ہمارے اوپر بعض باتیں جھوٹی بنا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ جان کو کاٹ ڈالتے۔

(الحکم جلد 11۔نمبر 9 مورخہ 17 مارچ 1907 صفحہ 10)

جو غیور خدا اپنے پیارے نبی کی نسبت فرماتا ہے کہ ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ۔ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ اگر ہم پر افتریٰ کرتا تو ہم اس کی رگِ جان کاٹ دیتے تو اسے ایک مجھ سے ادنیٰ کی کیا پرواہ تھی۔

(البدر جلد 7۔نمبر 25 مورخہ 25 جون 1908 صفحہ 10۔9)

حضرت مسیح موعودؑ نے پانچ بار ''وتین'' کا ترجمہ ''رگِ جان'' کیا ہے اور ایک بار اسے ''رگِ گردن'' بھی کہا ہے کیونکہ معروف رنگ میں اسے رگِ گردن بھی کہا جاتا تھا لیکن رگِ گردن کو بھی ہمیں ''رگِ جان'' کے معنوں میں ہی لینا پڑے گا جسے مسیح موعودؑ نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ یہاں پر خاکسار غور و فکر کے لیے تین نکات پیش کرتا ہے:

نمبر ایک: علم التفسیر کی رُو سے تفصیل اجمال پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لیئے مسیح موعودؑ کی تفسیر کی رُو سے بھی ''وتین'' کے معنے ''رگِ جان'' ہی قرار پاتے ہیں۔

نمبر دو: بعض اوقات کوئی مترجم یا مصنف اپنے کسی پہلے سے بیان کردہ موقف میں ترمیم بھی کر لیتا ہے، یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں اس لیے ایک ہی موضوع پر مصنف کی دو آراء میں سے بعد میں

بقیہ صفحہ 7 پر

اطفال کارنر

تقریر

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ قرآن

حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰ کی رفاقت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

’’کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو‘‘۔ یہ اُس پیشگوئی کے مبارک الفاظ ہیں جو آج کے دور کے مامور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی جس کے ساتھ کلام اللہ کا شرف ازل سے وابستہ تھا اور قرآن شریف کے انوار، محاسن اور معانی وتفسیر کا ایک نیا دلکش رُخ سامنے آنا تھا اور اس کے روحانی فیض سے ساری دنیا کو سیراب ہونا تھا۔ دریائے نیل کی طغیانی تو کسی خاص موسم کی مرہونِ منت ہوتی ہو گی مگر کلام اللہ کے شرف کے حامل اس عظیم مبارک انسان سے سیرابی کا عمل شروع ہوا تو وہ دریا کے کناروں تک محدود نہ رہا بلکہ زمین کے کناروں تک پھیلا اور قوموں نے اس سے برکتیں حاصل کیں اور آئندہ بھی حاصل کرتی رہیں گی۔ میری مراد حضرت امامنا مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ ہاں! ہاں! اس عظیم انسان سے مراد وہ ہے جس نے کہا تھا۔

نورِقرآن کی تجلی ہے زمانہ بھر میں آج
احمد ثانی نے رکھ لی احمدِ اول کی لاج

اس عاشق قرآن کی زندگی کا ایک ایک سانس خدمت قرآن اور اشاعت قرآن کے لیے وقف رہا۔

قرآن کریم کے معارف کو بیان کرنے اور اس کے مطالب پر غور کرنے کے لیے 44 نکات آپ نے پیش فرمائے۔ پھر انہی نکات کو مدنظر رکھ کر آپ نے قرآن کریم کی ایک عظیم الشان تفسیر بیان فرمائی جو تفسیر کبیر کے نام سے دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کی تشریح کو ایک غیراز جماعت محقق مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے بلند ممتاز قرار دیا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کے محاسن ومعارف کو آپ نے ایک معرکہ آراء تفسیری ترجمہ میں بیان فرمایا جو تفسیر صغیر کے نام سے موسوم ہے جسے ایک اخبار ’’امروز‘‘ نے آپ کی فکر کا نتیجہ قرار دیا۔ یہ ایک ایسی غیرمعمولی اور ناقابل فراموش خدمت قرآن ہے جس کے پیچھے ربانی قوت و طاقت کارفرما نظر آتی ہے۔

قرآن کریم کی عظمت وشان اور اس کی تفسیر ومطالب کو عام کرنے کی جو دھن آپ کو لگی ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی کے ہر ہر لمحہ سے عیاں ہوتی ہے اور آپ کے سوانح کا ہر ورق اس پر شاہد ہے۔ آپ نے 1910ء سے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا جب آپ کی عمر 20 سال کے لگ بھگ تھی۔ پھر اپنی زندگی میں کم وبیش 2 ہزار خطبات جمعہ وعیدین اور جلسہ سالانہ اور دیگر مواقع کی پُرمعارف قرآن کریم کی تفاسیر پر مشتمل تقاریر ہیں۔

1928ء میں عورتوں میں ایک خاص درس کا اہتمام فرمایا پھر اسی سال جلسہ سالانہ پر فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک بلند پایہ علمی سلسلہ تقاریر شروع فرمایا جو 6 تقاریر کی صورت میں قرآن کریم کے انوار و محاسن کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل تھا۔

دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم کے نام پر طبع ہونے والی 27 ضخیم جلدیں اور 35 جلدوں پر مشتمل خطبات وخطابات آپ کی خدمات قرآن کی منہ بولتی تصویر اور تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہیں۔ یہ جلدوں کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔

اشاعت وخدمت قرآن جنون کی حد تک کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہونے والی اس عظیم روحانی ونورانی شخصیت پر سوار تھا کہ ساری دنیا کو اس نور سے فیض یاب کرنے کے لیے قرآن کریم کا نہ صرف انگریزی ترجمہ کروایا بلکہ آپ کے دور میں اردو اور انگریزی کے علاوہ 15 زبانوں میں تراجم قرآن شائع ہوئے۔

پس آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن سے یہ محبت اور عشق کو ہم اپنے اور اپنی اولاد کے سینوں میں جگہ دیں اور گھر گھر اصلاح کے لیے، اپنے نفس کے لیے، احوال کی اصلاح کے لیے، قرآن کریم سے محبت رکھنے والے، دین کا درد رکھنے والے چھوٹے چھوٹے مصلح پیدا ہوں اور اُن کا یہ عزم ہو۔

مٹ جاؤں میں تو اس کی پروانہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو

(فرخ شاد)

بقیہ: سیرالیون مسجد کا بابرکت افتتاح...... از صفحہ 13

السلام کی صداقت کو ازراہِ قرآن وچاند وسورج گرہن کی پیشگوئیوں سے بیان کیا اور بتایا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے یہ نشان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے حق میں پورے ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مسجد کی تعمیر کا مقصد اور اسلام کی خوبصورت تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد آپ نے فیتہ کاٹ کر مسجد کا باقاعدہ افتتاح فرمایا اور دعا کروائی۔ نمازِ ظہر باجماعت کی ادائیگی کے بعد حاضرین کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

اس بابرکت تقریب میں ایک پیراماؤنٹ چیف، چیفڈم سپیکر، ڈسٹرکٹ امام، چیفڈم امام، آرمی امام و دیگر ائمہ، چیئرمین یونائیٹڈ کونسل آف امامز، ایک کرنل، ایک بٹالین کمانڈر اور دیگر نمایاں شخصیات سمیت 362 / افراد نے شرکت کی جن میں 73 / غیراز جماعت احباب بھی شامل تھے۔

پروز پیر سٹار لائن ریڈیو نے مسجد کے افتتاح کی تقریب کے اکثر حصہ کو نشر کیا جس میں مکرم امیر صاحب کی تقریر کے ساتھ ساتھ باقی مقررین کی تقاریر کے علاوہ لوگوں کے انٹرویو بھی نشر کئے گئے۔ یہ ریڈیو کینیما شہر میں سب سے زیادہ سنا جانے والا ریڈیو ہے۔

جمعہ کے روز ایک ریڈیو Vote FM نے خاکسار کا انٹرویو نشر کیا جس میں جماعت احمدیہ سے متعلق سوالات کے جوابات دئے گئے اور جماعت کا تعارف کروایا گیا۔ الحمدللہ اس مسجد کی تعمیر کے ذریعے اور اس

کی افتتاح سے بہت سے لوگوں کو جماعت کا پیغام پہنچا۔ ہفتہ کے روز ایک غیراز جماعت امام احمدیہ مسجد تشریف لائے اور کہا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انہیں اس جگہ مشرق کی طرف سے بہت تیز روشنی پڑتی دکھائی دی اور جس جگہ وہ روشنی پڑ رہی وہ بھی بہت روشن دکھائی دے رہی ہے۔ یہ صاحب مسجد کے افتتاح میں شامل نہیں ہوئے تھے لیکن اس خواب کے بعد مسجد دیکھنے آئے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حقیقی نمازیوں سے ہمیشہ آباد رکھے۔ آمین۔

ابن ایف آر بسمل

اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا

نور آتا ہے نور جس کو خدا نے
اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لخت جگر محمود، پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق، قدرت ثانیہ کا مظہر دوم جب 51۔52 سال کی ولولہ انگیز خلافت کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے تمام بر اعظموں تک پہنچا کر اور زمین کے کناروں تک شہرت پا کر 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب کو اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو وہ بڑا عجیب لمحہ تھا جس کو الفاظ میں بیان کرنا اس عاجز کے بس کی بات نہیں اسی شام 8 نومبر 1965ء بروز پیر خدائی تقدیر کے عین مطابق نافلہ موعود حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلافت ثالثہ کے عظیم روحانی منصب پر متمکن ہوئے۔

اس سے اگلے روز 9 نومبر 1965ء کو اپنے پیشرو خلیفہ کی نماز جنازہ lead کرتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر 50 ہزار کے مجمع کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا:

’’میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ ادا کرنے سے قبل ہم سب مل کر اپنے رب رؤف کو گواہ بنا کر ’’اس مقدس منہ‘‘ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے اپنے اس عہد کی تجدید کریں اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دین کے مصالح کو دنیا اور اس کے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دنیا میں دین کی سر بلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہیں گے‘‘

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 362۔363)

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس ’’مقدس منہ‘‘ کے اعلیٰ مقام کے پیش نظر آپ نے نماز جنازہ میں ایک اضافی تکبیر کہی (یعنی 5 تکبیرات کی بجائے 6 تکبیرات) اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں حضرت اماں جان کے پہلو میں تدفین کے بعد لمبی پُرسوز دعا کروائی۔

یہ عاجز اس وقت انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور کا طالب علم تھا اور لاہور سے ربوہ پہنچ کر خلافت ثالثہ کی پہلی بیعت عام اور اگلے روز اس عہد اور جنازے میں شامل ہوا تھا

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو

15 نومبر 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی (جو بعد میں 27 مئی 1908ء کو قدرت ثانیہ کے مظہر اول یعنی خلیفۃ المسیح اول کے عظیم روحانی منصب کے پر فائز ہوئے) نے فرمایا

’’...دیکھو خدا کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے، پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا‘‘

(خطبات نور صفحہ 238۔239)

حضرت مصلح موعودؓ بھی حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود کے نظیر تھے اور ’’مقدس منہ‘‘ کے پس پردہ وہی جذبہ کار فرما لگتا ہے جو کاش وہ ’’مامور کا چہرہ‘‘ دیکھ سکتے کے پیچھے کار فرما ہے

بہت ہی خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے مسیح موعود کا چہرہ دیکھا اور صحابہ میں شامل ہوئے اور بہت خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے ’’مقدس منہ‘‘ کو دیکھا اور اس کے انصار میں شامل ہوئے وہ بھی اب کم ہوتے جا رہے ہیں اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خلافت پر ایمان رکھتے ہیں اور خلیفہ وقت کی محبت اور اطاعت میں سرشار رہتے ہیں اور اس عہد کی پاسداری کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مقدس منہ کی خاطر لیا گیا خدا ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ

یہ عاجز اس مضمون کو خلافت کے 100 سال پورے ہونے پر اس عہد پر ختم کرتا ہے جو ہم نے

27 مئی 2008ء کو خلیفہ وقت حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کیا ہے

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحوں تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخری دم تک جد و جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھم آمین، اَللّٰھم آمین، اَللّٰھم آمین

آج کی دعا

رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ

(العنکبوت: 31)

ترجمہ:

اے میرے ربّ! اس فساد کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد کر۔

یہ حضرت لوطؑ کی مفسد قوم پر غلبہ کی دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

ایک دعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے وہ آج کل کے حالات کے لحاظ سے بھی بہت اہم ہے۔ کیونکہ آج کل جو معاشرے کا حال ہے، گندگیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ دعا ہے۔ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ۔

(العنکبوت: 31)

کہ اے میرے رب اس فساد کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد کر۔

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 535)

مرسلہ: مریم رحمٰن

’’اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں‘‘

’’اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں‘‘
جیتے تھے جو، امیر خلیفہ سے ہے تواں

دِکھتے نہیں ہیں خود وہ، جو کہتے تھے زعم سے
دیکھیں گے بار کیسے اٹھائے گا یہ گراں

ماتم کناں ہیں وہ بھی، سو کرتے ہیں اب فغاں
پھولے گی نہ یہ فصل، جو کرتے تھے بد گماں

’’دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا‘‘
اُس کے حضور میں جسے کہتے تھے نوجواں

مصلح اُسی کو دیکھو، خدا نے بنا دیا
منکر جو تھے وہ سب ہوئے گمنام و بے نشاں

عطرِ رضائے یار سے ممسوح جو ہوا
خامہ فسوں تھا جس کا، سخنور گُہر فشاں

’’ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا‘‘ نے کی
فضلِ خدا سے آج گواہ اس پہ ہر زباں

فضلِ عمر نے رکھی تھی یورپ میں جو بِنا
مسرور کو بھی قصر خدا نے دیا وہاں

فرزندِ ارجمند نے پہنی تھی جو رِدا
پہنائی اُس کے سبط کو قادر نے اِس زماں

گویا کہ خود خدا ہے جو اُترا مِنَ السَّمَاء
روحِ خدا کی باتیں یہ کرتا ہے جب بیاں

محمود کو ظفر کی ہوئی جو خبر عطا
پوری ہوئی ہے اب وہ بِساں سیلِ بے کراں

شعلہ بیان تھا وہ، تو شیریں سخن ہے یہ
لب بستہ کو خدا نے مرے دی ہے وہ زباں

تھا ذی شکوہ جس جگہ، مسرور اب وہاں
پر کیف وہ سماں ہے جو ہوتا نہیں بیاں

نکہت بھی منفرد ہے تو ہر گُل بھی ہے جدا
ایسا شجر کہ جس پہ نہ آئے کبھی خزاں

وہ میر اس سپَہ کا، یہ سالار اب ہوا
ٹھہرا نہیں کوئی بھی، جو تھا مطلق العناں

عاجز ہوں میں کہ لکھوں جو سینہ میں ہے نہاں
مہتاب ہیں یہ ہر دو، میں ہوں ناقص اللّساں

م م محمود

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: عبدالہادی قریشی۔ نمائندہ الفضل آن لائن سیرالیون

سیرالیون کینیما ریجن میں مسجد کا بابرکت افتتاح

مکرم محمد نعیم اظہر صاحب ریجنل مبلغ کینیما ریجن تحریر کرتے ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ مسلم جماعت سیرالیون کو مورخہ 12 / جنوری 2022ء کو کینیما شہر کی جماعت Tormabu Drive میں ایک نئی مسجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

اس مسجد کا سنگِ بنیاد مورخہ 13 / جون کو خاکسار، مکرم ڈاکٹر شیخو تامو صاحب نائب امیر اول، پرنسپل ناصر احمدیہ سیکنڈری سکول کینیما، لوکل مشنری اور لوکل عاملہ کے ممبران نے ایک سادہ سی تقریب میں رکھا تھا۔

یہ کینیما شہر میں جماعت احمدیہ کی پانچویں مسجد ہے۔ اور اس علاقہ نیا آباد ہوا ہے اور شہر سے قریبا 6 / کلومیٹر دور ہے۔ اس علاقہ میں چند احمدی گھرانے بھی موجود ہیں اور 2020ء سے اس علاقہ میں مسجد بنانے کی کوشش کی جارہی تھی چنانچہ ایک لوکل معلم عباس مصطفیٰ صاحب نے ایک ٹاؤن لاٹ جگہ خرید کے مسجد بنانے کے لئے وقف کردی۔

اس مسجد کا کل مسقّف احاطہ 25*37 / فٹ ہے اور اس میں 160 / افراد نماز ادا کرسکتے ہیں۔

مورخہ 12 / جنوری 2022ء کو افتتاح کی تقریب کا باقاعدہ آغاز دن گیارہ بجے مکرم محترم مولانا سعید الرحمن صاحب امیرو مشنری انچارج سیرالیون کی صدارت میں تلاوت قرآنِ کریم و ترجمہ سے ہوا جس کی سعادت مکرم اسماعیل کوروما صاحب کو حاصل ہوئی۔ عربی قصیدہ کے بعد مہمانوں کا تعارف کروایا گیا۔

مکرم ڈاکٹر شیخو تامو صاحب نائب امیر اول نے اپنی تقریر میں اپنے قبول احمدیت کے واقعات سنائے جو کہ حاضرین کے لئے بہت ایمان افروز تھے۔ (حاضرین میں بہت سے غیر از جماعت ائمہ بھی شامل تھے)۔

پیراماؤنٹ چیف محمد Fawai نے جماعت احمدیہ کی ترقی کے واقعات اور اس مسجد کی تعمیر کی ضرورت کے بارے میں اظہارِ خیال کیا۔

ریجنل چیف امام (غیراز جماعت) جماعت کی طرف سے مسجد کی تعمیر پر خوشنودی کا اظہار کیا اور کہا کہ جماعت احمدیہ ہر جگہ امن کا پیغام پھیلا رہی ہے اور جماعت احمدیہ کا کسی بھی جہادی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

یونائیٹڈ کونسل آف امامز کے چیئرمین شیخ سوارے صاحب نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی ساری خوبصورتی خلافت کے نظام کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے ان میں Unity ہے۔

آخر میں مکرم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں غیر از جماعت احباب کا شکریہ ادا کیا کہ وہ جماعت کی دعوت پر اس بابرکت تقریب میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے امام مہدی و مسیحِ موعود علیہ بقیہ صفحہ 11 پر

چھوٹی مگر سبق آموز بات

جماعتی اجلاسات میں شمولیت کے فوائد

الحمدللہ۔ ہم افراد جماعت احمدیہ اس لحاظ سے بہت ہی خوش نصیب ہیں کہ ہماری اور ہمارے بچوں کی تربیت کے سامان نہ صرف جماعتی کتب یا اخبار و رسائل کے ذریعے ہو رہے ہیں بلکہ ذیلی تنظیموں کے ذریعے بڑی محنت سے تشکیل دیئے جانے والے ماہانہ اجلاسات میں ہماری اور ہمارے بچوں کی شمولیت ہمارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان اجلاسات میں پیش ہونے والا روحانی مائدہ احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کو مدنظر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔

بشریٰ نذیر آفتاب ۔ سسکاٹون، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

19فروری2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:12	18:20
مدینہ منورہ	05:03	18:19
قادیان	05:45	18:18
ربوہ	05:25	17:58
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:19	17:25

فقہی کارنر

رشوت کے روپیہ سے بنائی گئی جائیداد

ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص تائب ہو تو اس کے پاس جو اول جائیداد رشوت وغیرہ سے بنائی ہو اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا: شریعت کا حکم ہے کہ توبہ کرے تو جس جس کا وہ حق ہے وہ اسے پہنچایا جاوے۔ رشوت اور ہدیہ میں ہمیشہ تمیز چاہیے۔ رشوت وہ مال ہے کہ جب کسی کی حق تلفی کے واسطے دیا یا لیا جاوے ورنہ اگر کسی نے ہمارا ایک کام محنت سے کر دیا ہے اور حق تلفی بھی کسی کی نہیں ہوئی تو اس کو جو دیا جاوے گا۔ وہ اس کی محنت کا معاوضہ ہے۔

(البدر 27 مارچ 1903 صفحہ 76)

(داؤد احمد عابد۔ مربی سلسلہ برطانیہ)